DUE DATE

Cl. No. Acc. No. 124732

Late Fine Ordinary books 25 Paise per day. Text Book Re. 1/- per day. Over Night book Re. 1/- per day.

6/05		



دارالاشاعت پنجاب لاہور

ہندوستان … ہفتہ وار اخبار

تہذیب النسواں

سنہ ۱۳۱۵ھ

جو

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۱

نمبر ۴۵	لاہور ۔ ہفتہ ۷ نومبر سنہ ۱۹۳۱ء	جلد ۳۴

تہذیب نسواں

لاہور ۔ ہفتہ ۲۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۰ھ

فہرست مضامین

ہم خود

اکثر بہنیں جب اڈیٹر کو مضمون بھیجتی ہیں۔ یا خط لکھتی ہیں۔ تو اسی خط میں بعض باتیں ایسی بھی لکھ دیتی ہیں۔ جن کا تعلق منیجر سے ہوتا ہے۔ اسی طرح جب منیجر کو پتہ تبدیل کرانے یا اخبار جاری کرنے کے متعلق خط لکھتی ہیں۔ تو اس میں محفل تہذیب کے لئے کوئی استفسار یا چند شعر بھی لکھ دیتی ہیں۔ اس طرح دفتر کو سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور بعض مرتبہ ان کے خطوں کی پوری تعمیل ہونے سے رہ جاتی ہے اس لئے بہتر ہے۔ کہ منیجر اور اڈیٹر کو الگ الگ خط لکھے جائیں۔ یا لفافے میں دونوں کے نام الگ الگ پرچے رکھ دئے جائیں ۔

بعض بہنیں ابھی تک تہذیب کے لئے معمے بھیج رہی ہیں۔ حالانکہ ہم عرصے سے معموں کی اشاعت کا سلسلہ بند کر چکے ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ معموں سے اخبار میں دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے لیکن ساتھ ہی دفتر کا بہت سا وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔ پھر انعام کے متعلق کئی جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جن کا تصفیہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے بہنوں کو چاہئے۔ کہ معموں سے اخبار کو دلچسپ بنانے کے بجائے۔ اس کے لئے نئے نئے عنوانوں پر دلچسپ مضامین لکھیں ۔

کئی بہنیں کوئی لمبا مضمون لکھنا شروع کر دیتی ہیں اور ہمیں اس کی ایک قسط بھیج کر لکھ دیتی ہیں۔ کہ یہ قسط چھپتے چھپتے دوسری قسط بھیجدی جائیگی۔ اول تو تہذیب میں لمبے مضامین کی گنجائش ہی بہت کم نکلتی ہے۔ پھر ایک قسط کے مطالعہ سے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ کہ مضمون اشاعت کے قابل بھی ہے۔ یا نہیں۔ اس کے علاوہ یہ کھٹکا بھی لگا رہتا ہے۔ کہ کوئی ناگہانی واقعہ مضمون نگار کو مضمون مکمل کرنے سے نہ روک دے۔ بہنوں کو چاہئے۔ کہ وہ پورا مضمون بھیجدیا کریں۔ ہمیں پسند آگیا۔ تو خود اسے قسطوں میں تقسیم کرکے شائع کر دینگے

ہمیں افسوس ہے۔ کہ بعض مرتبہ بہنوں سے کسی مضمون کی اشاعت کا وعدہ بھی کر لیا جاتا ہے۔ اور پھر کچھ ایسی مشکلات پیش آتی ہیں۔ کہ مضمون شائع نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً پچھلے دنوں ساری کے متعلق ایک بحث شروع ہوئی۔ ساری کی حمایت اور مخالفت میں کئی مضامین موصول ہوئے۔ اور ان کی اشاعت کا وعدہ بھی کر لیا گیا۔ لیکن جب بحث نے طول کھینچا۔ اور ہم نے دیکھا۔ کہ کئی دوسرے اہم مضامین کے لئے گنجائش نہیں نکل سکتی۔ تو مجبور ہو کر اس بحث کو بند کر دینا پڑا۔ دفتر میں اس سلسلے کے کئی مضامین پڑے ہیں۔ جنہیں ہم شائع نہیں کر سکتے۔ امید ہے۔ کہ بہنیں ہماری مجبوریوں کا خیال کر کے ہمیں معذور سمجھیں گی۔ منیجر

ننھے بچوں کی تعلیم پر برٹرنڈرسل کے خیالات

ڈر

(از پطرس)

دو سال کی عمر سے لے کر چھ سال کی عمر تک بچے کی اخلاقی تعلیم تقریباً مکمل ہو جانی چاہئے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ بڑے ہو کر اسے کئی ایسی خوبیاں سیکھنی پڑیں گی۔ جن کی ضرورت اسے بچپن میں نہیں۔ لیکن اچھی عادات کی بنیاد چھ سال کی عمر تک ہی پڑ جانی چاہئے۔ بعد میں اچھی باتیں وہ انہیں عادات کی بدولت خود بخود اور بڑی آسانی سے سیکھ لے گا۔ اور والدین یا استادوں کو بہت دقّت اٹھانی نہ پڑے گی۔ البتہ اگر شروع شروع کی اخلاقی تعلیم ناقص ہو۔ تو بعد کے سالوں میں بچے کو صحیح تعلیم دینا ایک مصیبت بن جاتا ہے۔ پو تڑوں کے بگڑے ہوئے بعد میں مشکل سے سنورتے ہیں۔

فرض کیجئے بچہ ایک سال کا ہو چکا ہے۔ اور ان بارہ مہینوں میں اس کی صحت بھی اچھی رہی ہے۔ اور اس کی سیرت کی بنیاد بھی ٹھیک رکھی گئی ہے۔ (اس میں شک نہیں۔ کہ بعض بچوں کی صحت باوجود عدد درجہ احتیاط کے بھی خراب رہے گی لیکن جوں جوں سائنس اور علم حفظان صحت ترقی کرتے جائیں گے۔ ایسے بچوں کی تعداد روز بروز یقیناً کم ہوتی جائے گی۔ اب بھی ہمارا علم اس درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ کہ اگر اس پر پورا پورا عمل کیا جائے۔ تو بیمار بچوں کی تعداد بہت ہی کم ہو جائے) جن بچوں کو شروع سے اخلاقی تعلیم نہیں ملی۔ ان کے متعلق یہاں کچھ بحث کرنا فضول ہے۔ ان کی اصلاح کرنا استاد کا کام ہے۔ نہ کہ والدین کا۔ اور یہ مضامین والدین کی ہدایت کے لئے لکھے جا رہے ہیں ؞

اگر پہلا سال مندرجۂ بالا اعتبارات سے بخیر و عافیت گزر جائے۔ تو بچے کا دوسرا سال گوناگوں مسرتوں سے لبریز ہوتا ہے۔ وہ چلنا سیکھتا ہے۔ اور بات چیت کرنے لگتا ہے۔ اور ان دونئے کمالات کے حاصل کرنے سے اسے عجیب آزادی اور قوت کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اب اکیلا کھیل سکتا ہے۔ نئی نئی باتیں اس کے تجربے میں آتی ہیں۔ اور دنیا دیکھنے"

کا احساس اتنا زبردست اور پُرلطف ہوتا ہے کہ بڑے بڑے جہاں گرد سیاحوں کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ پرندے۔ پھول۔ دریا۔ سمندر۔ موٹر کار۔ ریل گاڑی۔ جہاز۔ ہر چیز میں اسے دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہر چیز کو دیکھ دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے۔ مجھے یہ دکھاؤ۔ مجھے وہ دکھاؤ۔ یہ کیا ہے وہ کیا ہے۔ جس بچے کو ہر وقت یہی رٹ لگی رہتی ہے۔ سال بھر جھولنے پالنے میں گزارنے کے بعد اب جو کسی باغ میں یا کھلے میدان میں دوڑتا پھرتا ہے۔ تو آزادی کی مسرت سے پھولا نہیں سماتا۔ ہاضمہ بھی پہلے سے درست ہو جاتا ہے۔ خوراک چبانا بھی اپنے ساتھ ایک نیا اور خوش گوار احساس لاتا ہے۔ مختصر یہ کہ اگر بچے کی صحت درست ہو۔ اور اس کی اچھی طرح نگہداشت کی جائے۔ تو اس عمر میں اس کی زندگی اس کے لئے جنت سے کم نہیں ہوتی*

لیکن چلنے پھرنے اور دوڑنے سے جو نئی آزادی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک نیا ڈر بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ نوزائیدہ بچہ بہت جلد ڈر جاتا ہے۔ ڈاکٹر واٹسن اور مسز واٹسن کا تجربہ ہے۔ کہ بچے کو سب سے زیادہ ڈر بلند آواز سے لگتا ہے۔ لیکن اس عمر میں اس کی حفاظت کے سامان ایسے مکمل ہوتے ہیں۔ کہ اس کے ڈر میں کوئی معقولیت نظر نہیں آتی۔ اگر سچ مچ کوئی خطرہ بھی ہو۔ جب بھی بچہ اس قدر بے بس ہوتا ہے۔ کہ ڈر اس کے لئے کسی طرح بھی کوئی مفید نتائج پیدا نہیں کر سکتا* دوسرے اور تیسرے سال کے دوران میں نئے نئے ڈر پیدا ہوتے ہیں* اس بات کا فیصلہ کرنا بڑا مشکل ہے۔ کہ یہ ڈر کس حد تک محض دوسروں کی دیکھا دیکھی پیدا ہوتے ہیں۔ اور کس حد تک انسانی جبلت میں ودیعت کئے گئے ہیں* یہ مانا۔ کہ عمر کے پہلے سال میں بچے کو کوئی ڈر نہیں لگتا لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ ڈر جبلی جذبہ نہیں۔ کیونکہ کئی باتیں ایسی ہیں۔ جو جبلت میں تو شامل ہیں۔ لیکن وہ اپنا پورا زور بڑی عمر ہی میں دکھاتی ہیں۔ (مثلاً جنسی جذبات) ہاں البتہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ ڈر کی ضرورت بچے کو دوسرے سال میں زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ عمر کے اس حصے میں وہ چلتا پھرتا اور دوڑتا بھاگتا ہے۔ لہذا خطرات سے روشناس ہوتا ہے۔ اور اس سے پہلے وہ ایک ہی جگہ محفوظ پڑا رہتا تھا۔ اس لئے بہت ممکن ہے۔ کہ ڈر ایک جبلی جذبہ ہو۔ اور جوں جوں اس کی ضرورت بڑھتی جائے۔ یہ بھی ساتھ ساتھ ترقی کرتا جائے۔ بہر حال اگر ڈر دوسروں کی دیکھا دیکھی پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کا بہترین تدارک یہ ہے۔ کہ بچے کے سامنے ڈر کا اظہار نہ کیا جائے۔ اور اگر

جبلی ہے۔ تو پھر اس کے رفع کرنے کی کوئی اور تدابیر سوچنی پڑیں گی ۔

ایک عالم ڈاکٹر محلی نامی نے جانوروں کے بچپن پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں اس نے اپنے تجربات کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے۔ کہ جانوروں کے بچے عام طور پر بالکل نڈر پیدا ہوتے ہیں۔ بندروں اور بعض بعض پرندوں کو چھوڑ کر باقی کے تمام جانور بچپن میں اپنے قدیمی دشمنوں مثلاً سانپ وغیرہ سے بھی نہیں ڈرتے تاآنکہ والدین انہیں ڈرنا نہ سکھائیں۔ انسان بھی بچپن میں جانوروں سے بالکل نہیں ڈرتا۔ ڈاکٹر واٹسن نے تجربے کے طور پر ایک بچے کو چوہے سے ڈرنا سکھایا۔ لیکن اس کے لئے یہ ترکیب عمل میں لانی پڑی۔ کہ ادھر چوہے کو نکالتا۔ ادھر بچے کے کان کے پاس زور سے گھڑیال بجاتا۔ بچہ گھڑیال کی بلند آواز سے ڈر جاتا۔ ساتھ ہی چوہے پر نظر پڑتی۔ رفتہ رفتہ اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ کہ اس چوہے کا ورود نامسعود ایک ڈرانے والی چیز یعنی گھڑیال کی آواز اپنے ساتھ لاتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد اس وجہ سے چوہے سے ڈرنے لگا۔

ورنہ بچپن میں جبلّی طور پر بچے جانوروں سے نہیں ڈرتے۔ ننھے بچے تاریکی سے بھی خوف نہیں کھاتے۔ تاآنکہ کسی اُن کو اندھیرے سے ڈرتا ہوا نہ دیکھیں

ان باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ خواہ ڈر دیکھا دیکھی پیدا ہوتے ہیں۔ خواہ جبلّت ہی میں موجود ہوتے ہیں۔ لیکن ضرور ہے۔ کہ اکثر ڈر جنہیں ہم جبلّی سمجھتے ہیں۔ محض دوسروں کی دیکھا دیکھی پیدا ہوتے ہیں۔

اس بات کی تحقیق کے لئے برٹرنڈ رسل نے خود اپنے بچوں کا بغور مطالعہ کیا۔ لیکن چونکہ یہ معلوم کرنا بہت مشکل تھا۔ کہ بچے اپنی نرسوں اور خدمتگاروں سے کیا کچھ سیکھتے رہتے ہیں۔ اس لئے یقینی طور پر کوئی نتائج اخذ نہ کر سکا۔ تاہم جہاں تک عمر کے پہلے سال کا تعلق ہے۔ برٹرنڈ رسل کی تحقیقات سے ڈاکٹر واٹسن کے خیالات کی ضرور تائید ہوتی ہے۔ دوسرے سال میں برٹرنڈ رسل کے بچے جانوروں سے بالکل نہ ڈرتے تھے۔ البتہ ایک لڑکی کچھ عرصے تک گھوڑوں سے ضرور ڈرتی رہی لیکن اس کی وجہ صرف یہ تھی۔ کہ ایک دفعہ ایک گھوڑا سرپٹ دوڑتا ہوا۔ اس کے پاس سے نکل گیا تھا۔ اور ٹاپوں کی بلند آواز سے اس کے دل میں خوف بیٹھ گیا تھا۔

دوسرا بچہ جب دو سال ہونے کو آیا۔ تو اسے نرس ایسی ملی۔ جو عموماً ڈرپوک تھی۔ اور اندھیرے سے تو بہت ہی ڈرتی تھی۔ چنانچہ اس بچے نے (جو اس سے پیشتر بالکل نڈر تھا) ڈر کی عادت

درس سے سیکھ لی۔ کسی کتے یا بلی کو دیکھ پاتا۔ تو فوراً بھاگ جاتا۔ شام ہونے کے بعد جب تک کمرے کے کونے کونے میں روشنی نہ کرتے۔ وہ سہارہتا۔ جب اس کی بہن پیدا ہوئی۔ تو شروع میں اسے ایک عجیب وغریب جانور سمجھ کر اس سے بھی خوف کھاتا تھا۔ یہ سب ڈر اس ڈرپوک نرس کی بدولت پیدا ہوئے تھے۔ جب وہ چلی گئی۔ تو اس قسم کے خوف بھی جاتے رہے۔ لیکن بعض خوف ایسے بھی تھے جنہیں نرس کے سر نہیں تھوپا جا سکتا۔ کیونکہ وہ نرس کے آنے سے پہلے بھی موجود تھے۔ اور ایسی چیزوں سے وابستہ تھے جو نرس یا کسی بڑی عمر کے آدمی کے لئے خوف کا باعث نہیں ہوسکتیں۔ مثلاً یہ کہ وہ ایسی چیز سے جو اچانک یا خلاف توقع حرکت کرتی ہو۔ ڈر جایا کرتا تھا۔ خاص کر ہلتے ہوئے سایوں اور حرکت کرنے والے کھلونے سے بہت ہی خوف کھاتا تھا۔ اس سے برٹرنڈرسل نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ اس قسم کے ڈر ہر بچے میں پائے جاتے ہیں اور ہماری جبلت میں شامل ہیں ؛

ایک ماہر نفسیات ولیم سٹرن نامی نے اس قسم کے خوف کو جبلی قرار دیا ہے۔ اور اس کی کئی مثالیں بھی جمع کی ہیں۔ مثلاً اگر بچے کے سامنے چھاتے کو یک لخت کھولا جائے۔ تو وہ قطعی ڈر جاتا ہے۔ اور بچوں ہی پر کیا موقوف ہے۔ گھوڑے اور گائیں بھی یوں چھاتا کھول دینے سے ڈر جاتی ہیں۔ برٹرنڈرسل نے اس بات کو آزما کر بھی دیکھا اور ایک چھاتے سے گایوں کے پورے گلے کو خوفزدہ کرکے بھگا دیا ہے۔ برٹرنڈرسل کے بچے کو جو خوف محسوس ہوتا تھا۔ وہ بھی اسی صنف کا تھا۔ سائے بڑی سرعت سے حرکت کرتے تھے۔ گاڑیاں باہر سڑک پر گزرتی تھیں۔ ان کے سائے کمرے کے اندر پڑتے تھے۔ خود گاڑیاں دکھائی نہ دیتی تھیں۔ سایوں کی شکل و ہیئت سے بھی کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ اس لئے ان کی مبہم اور بچے کے نزدیک پریشان کن حرکت کو دیکھ کر بچہ سہم جاتا تھا۔ اس ڈر کو برٹرنڈرسل نے یوں رفع کیا۔ کہ اپنے ہاتھ اور انگلیوں کے سائے دیواروں اور فرش پر ڈال ڈال کر بچے کو دکھائے۔ تھوڑے سے ہی عرصے میں جب وہ سایوں کی ماہیت سے واقف ہوگیا۔ تو بجائے ڈرنے کے ان سے خوش ہونے لگا۔ اسی اصول پر کھلونوں کے ڈر کو رفع کیا۔ جب کھلونوں کے کل پرزے جن کی بدولت وہ حرکت کرتے تھے۔ اس کی سمجھ میں آجاتے۔ تو ڈر بھی مفقود ہو جاتا۔ جہاں پرزے کھلونوں کے اندر کہیں چھپے ہوئے ہوتے۔ وہاں ذرا زیادہ عرصہ لگ جاتا۔ لیکن بالآخر ڈر رفع ضرور ہو جاتا ؛

اسی بچے کو کسی نے ایک دفعہ ایک ایسا گدیلا لاکر دیا جس کے اندر بجائے روئی کے ہوا بھری جاتی ہے۔ اور جس کے ایک کونے پر ایک سیٹی لگی ہوئی ہے۔ جب کوئی اس گدیلے پر بیٹھتا۔ تو اس میں سے ایک دردناک چیخ کی آواز نکلتی۔ بچہ بہت عرصہ تک اس سے خائف رہا۔ لیکن والدین نے یہ عقلمندی کی کہ گدیلے کو بچے کی نظروں کے سامنے کبھی نہیں ہٹایا۔ پہلے اسے ذرا دور رکھا۔ پھر رفتہ رفتہ اس کے قریب لاتے گئے۔ جوں جوں بچہ اس سے مانوس ہوتا گیا۔ اس کا خوف بھی رفتہ رفتہ غائب ہوتا گیا۔ شروع میں جس چیز سے ڈر لگتا تھا۔ بعد میں وہی مسرت کا موجب بن گئی۔ برٹرنڈ رسل کا خیال ہے۔ کہ غیر معقول خوف سے غفلت یا بے پروائی کبھی برتنی نہیں چاہئے۔ جس انوکھی چیز سے بچہ بلا ضرورت خوف کھاتا ہے۔ اس کے ساتھ رفتہ رفتہ اسے مانوس کر کے ڈر کا خاتمہ کر دینا چاہئے۔ (باقی آیندہ)

اس دفعہ کی تصاویر

اب کے تہذیب میں جو تصویریں شائع ہو رہی ہیں۔ ان میں سے پہلی تصویر لندن میں گاندھی جی کے خیر مقدم کی ہے۔ دوسری تصویر میں مسز سروجنی نائیڈو اور گاندھی جی لندن کے ایک بازار سے گزرتے دکھائے گئے ہیں۔

تہذیبی بہنوں کو معلوم ہوگا۔ کہ اب کے لاہور کی میونسپل کمیٹی میں تین خواتین یعنی بیگم شاہ نواز مسز شیو اور مسز نانک چند نامزد کی گئی ہیں۔ تیسری تصویر مسز شیو اور مسز نانک چند کی ہے۔ اور چوتھی تصویر میں بیگم صاحبہ شاہ نواز اپنی مادر محترمہ لیڈی شفیع کے ساتھ دکھائی گئی ہیں۔ یہ تصویر لندن میں کھینچی گئی ہے۔ جہاں یہ دونوں محترم خواتین آج کل تشریف فرما ہیں۔

نغمۂ اُمید

(از محترمہ ح - ف صاحبہ)

مت رو کہ بہار ہو گئی ختم
ویراں ہوئی ولولوں کی بستی
یعنی باد خزاں کے ہاتھوں
تاراج ہوئی چمن کی ہستی

مت رو کہ نہیں ہوا میں مستی
وہ کیف نہیں رہا گھٹا میں
مت رو کہ نہیں ہے نکہت گل
چھائی ہوئی ہر طرف فضا میں

مت رو کہ نہیں وہ باغ کا رنگ
چھائی ہے خزاں کلی کلی پر
اور صبح کی چشم شبنم آلود
گریاں ہے مآل زندگی پر

مت رو کہ جفائے آسماں نے
پامال کئے زمیں کے تارے
رنگت ہوئی زرد پتیوں کی
کملائے ہوئے ہیں پھول سارے

خاموش یہ انہیں شبانہ روز کو
یہ دَورِ الم بھی مختصر ہے
ہر برگ خزاں رسیدہ گویا
اک عہد طرب کا نامہ بر ہے

ٹوٹے گا طلسم نا امیدی
آئے گی بہار گل بداماں
آئے گی لئے ہوئے جلو میں
رنگینیوں کے ہزار ساماں

(ماخوذ از انگریزی)



[illegible]



لیڈی شفیع اور بیگم شاہنواز لنڈن میں

ترکان خاتون

(از محترمہ مہر النساء صاحبہ کڑپہ)

تاریخ اسلام میں بہت سے امراء و سلاطین ایسے گزرے ہیں۔ جن کی سرگرمیوں میں ان کی بیویاں بھی برابر کی شریک رہی ہیں۔ ان میں شاہان سلجوق کو خاص تفوق حاصل ہے۔ جو نہایت راسخ العقیدہ نامور اور زہد و تقویٰ علم و فضل اور شجاعت میں یکتا مانے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کی خواتین بھی علم و کمال حسن و جمال عقل و دانش میں بے نظیر مانی جاتی ہیں۔ انہیں میں سے آج میں ایک نامور ملکہ ترکان خاتون بیگم ملک شاہ کا تذکرہ نذر ناظرات کرتی ہوں۔ یہ بھی دیکھیں۔ اس خاتون کا مرتبہ کتنا بلند تھا۔ اور اس کی چشم و زبان میں کیا کچھ قدرت تھی۔ ملک شاہ عالم اسلام پر حکومت کرتا تھا۔ تو ترکان خاتون ملک شاہ کے دل و دماغ پر حکومت کرتی تھی۔ اور اس کے احکام کے خلاف ملک شاہ یا اس کے وزراء امراء چون و چرا کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔

ترکان خاتون خان ابوالمظفر ابراہیم ابن نصر کی بیٹی تھی۔ جو قدیم ایرانی خاندان افراسیاب کی نسل سے تھا۔ جس کو ملک شاہ نے خاتون اعظم کا خطاب دیا تھا۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی سلاطین سلجوق میں نہایت عظیم الشان بادشاہ گزرا ہے۔ ملک شاہ کی پہلی شادی اس کے باپ سلطان الپ ارسلان نے کی تھی۔ دوسری شادی ملک شاہ نے باپ کے بعد اپنی مرضی سے ترکان خاتون سے کی۔ اس کے بعد بھی دو شادیاں اور کیں لیکن جو رتبہ اور درجہ ترکان خاتون کو ملا کسی دوسری بیگم کو نصیب نہ ہوا۔ اس اثر و اقتدار کا ایک واقعہ ذیل میں درج کرتی ہوں۔

خلفائے عباسیہ بغداد ان دنوں بہت کمزور ہو گئے تھے۔ لہٰذا وہ اپنی قوت و طاقت کو بڑھانے کے لئے دوسرے با اقتدار سلاطین سے رشتے ناطے کرنے لگے تھے۔ اور یہ سلاطین بھی اس رشتے کو باعث عزت مذہبی سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر سلجوقی سلطان اور عباسیہ خاندان میں رشتہ داری ہو چکی تھی۔ اسی رشتے کے باعث ملک شاہ بھی بغرض ملاقات بغداد کو جایا کرتا تھا۔ اور اپنے ہمراہ ترکان خاتون کی بیٹی خاتون کو بھی لے جاتا تھا۔ جس کے حسن و جمال اور علم و

کمال کا شہرہ بغداد بھر میں ہوگیا تھا۔ خلیفہ مقتدی باللہ عباسی کے کان میں بھی اس کا چرچا پہنچ گیا۔ وہ اس گل کی مہک اور اس جواہر کی چمک سے اپنے ایوان خلافت کو معطر و منور کرنا چاہتا تھا۔ نیز سیاسی اغراض بھی اس کی موید تھیں۔ چنانچہ ۴۸۰ھ میں اپنے نامور وزیر ابونصر فخر الدولہ محمد بن جہیر کو ملک شاہ کے پاس شہزادی خاتون کے لئے پیام نسبت دے کر روانہ کیا۔ ملک شاہ نے پیام سن کر کہا۔ خلیفہ کی خواہش سے مجھے بیحد مسرت ہوئی۔ لیکن شہزادی کے نکاح کا میں مجاز نہیں۔ اس کی مالک و مختار بادشاہ بیگم ترکان خاتون ہیں۔ انہی کی خدمت میں پیام لے جاؤ۔ وہ منظور کرلیں۔ تو مجھے عذر نہیں۔

وزیر مذکور دربار شاہی سے حرم سرائے سلطانی میں حاضر ہوا۔ اور اپنا مدعا بادشاہ بیگم کی خدمت میں عرض کیا۔ جس کے جواب میں ترکان خاتون نے کہا۔ شہزادی کے لئے اکثر شاہان اعلیٰ قدر خواستگاری کرچکے ہیں۔ لیکن میں نے شہزادی کا مہر چار لاکھ دینار مقرر کیا ہے۔ اگر خلیفہ مقتدی یہ رقم ادا کردیں۔ تو میں انہیں سب خواستگاروں پر ترجیح دوں گی۔

اس نسبت کی کیفیت ارسلان خاتون ملک شاہ کی پھوپی کو پہنچی۔ تو انہوں نے ترکان خاتون کو سمجھا بجھا کر مہر کم کرنے پر آمادہ کرلیا۔ مگر ترکان خاتون نے اس کے عوض یہ شرط کی۔ کہ خلیفہ پھر کوئی شادی نہ کرے اور نہ کوئی حرم رکھے۔

ان تمام شرائط کو خلیفہ نے بلا عذر منظور کرلیا۔ اور وزیر ابونصر کے واسطے سے مقتدی کا نکاح خاتون سے ہوگیا۔ ملک شاہ نے ۴۸۰ھ میں نہایت شان و شوکت سے خاتون کو وداع کیا۔ دلہن کے ہمراہ جہیز میں ڈیڑھ سو اونٹ سجے سجائے۔ ستر خچر بارہ صندوق جواہر نگار زیورات سے پر اور تین بیش قیمت عماریاں تھیں۔ جہیز کے پیچھے ترکان خاتون کا بیش بہا محمل اور بے شمار غلام اور کنیزکیں اور خواجہ سرا تھے۔ آخر میں دلہن کا خوب صورت محمل تھا۔ اس عظیم الشان قافلہ کا محافظ وزیر سعد والدولہ گوہر آئین امیر برسق اور وزیر اعظم خواجہ نظام الملک طوسی تھے۔ جو دربار ملک شاہ بلکہ سلطنت سلجوقی کے بیش بہا جواہر تھے۔ جب یہ خوب صورت اور عظیم الشان جلوس بغداد کے قریب پہنچا تو خلیفہ مقتدی نے دلہن کے لئے ایک مرصع بجواہر محمل روانہ کیا۔ اور وزیر ابوشجاع نے ارکان خلافت اور خلیفہ کے خادم خاص ظفر کے ساتھ قافلہ کا استقبال کیا۔ ترکان خاتون کی سواری کے قریب جاکر وزیر ابوشجاع نے

آداب بجا لا کر عرض کی۔ حضور خلیفہ امیر المومنین نے فرمایا ہے۔ ان کی امانت آپ ہمارے سپرد کردیں۔

ترکان خاتون نے جلوس کو حرم خلافت کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ راستہ بھر رعایائے خلافت دلھن کے محل پر دینار نثار کرتی تھی۔ شہر بغداد جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ بغداد کے عباسیہ خلافت کے اخیر دور میں ہارون مامون کے زمانے کی اسلامی شوکت وشان دکھائی دے رہی تھی۔ دلھن اور اس کے ہمراہیوں کی سواریاں حرم خلافت میں اتریں اور بیگمات عباسیہ اور ارکان خاندان خلافت نے نہایت شاندار طریق پر استقبال کیا۔

مقتدی نے تمام سلجوقی امرا کی بیگمات کو نہایت بیش قیمت خلعت عطا کئے۔ اور جشن وضیافت میں اتنا خرچ کیا جس کا حساب مشکل ہے مقتدی کی ساس ترکان خاتون داماد کی سخاوت اور حسن سلوک سے بے حد مسرور و شاداں ہوئیں۔

ملک شاہ نے اپنے بڑے بیٹے برکیارق کو ولی عہد کیا تھا۔ اور وزیر اعظم خواجہ نظام الملک اسی شہزادے کا مؤید تھا۔ کیونکہ شہزادہ برکیارق کی ماں آل سلجوق سے تھی۔ یعنی ملک شاہ کے چچا کی لڑکی تھی۔ ترکمان خاتون اپنے کم سن بیٹے محمود کو ولی عہد کرنا چاہتی تھی۔ مگر خواجہ نظام الملک وزیر سلطنت جس کے تدبر اور دانش مندی سے سلطنت سلجوقی بام ترقی پر پہنچی تھی۔ ملک شاہ کے دوسرے بیٹے برکیارق کو اس لئے ولی عہد کرنا چاہتا تھا۔ کہ برکیارق میں سلجوقی اقبال مندی نظر آتی تھی۔ نیز نظام الملک ملک شاہ کا اتالیق تھا۔ اور ملک شاہ بھی اس کو خواجہ بزرگ پدر محبت کہتا تھا۔ اور خواجہ سے اس کو بہت محبت بھی تھی۔ خواجہ ملک شاہ کی وسیع سلطنت پر حاوی تھا۔ تو ترکمان خاتون ملک شاہ پر حاوی تھی۔ اس لئے اس وقت ملک شاہ عجیب کشمکش میں مبتلا تھا۔

ملکہ نے ان تدبیروں میں ایک اور تدبیر کا اضافہ کیا۔ اور مشہور کر دیا۔ کہ خواجہ نظام الملک شیعہ عقیدہ رکھتا ہے اس کا ثبوت اس کے بارہ بیٹوں کے نام ہیں۔ مثل مشہور ہے۔ پتھر پر بھی چیونٹیوں کے بار بار چلنے سے لکیر پڑ جاتی ہے۔ ملک شاہ پر بھی اپنی محبوب بیوی ترکان خاتون کی شکایتوں کا اثر ہوا۔ اور آخر اپنے اتالیق بزرگ سلطنت سلجوقی کے سب سے بڑے مربی نظام الملک کو قلمدان وزارت سے محروم کر کے چھوڑا۔ ترکان خاتون اپنے ارادے میں کامیاب ہوئی۔ محمود کو ولی عہد بنا دیا گیا۔ مگر یہ ولی عہدی محمود کے لئے سازگار نہ ہوئی۔ چند ہی ماہ میں وزیر

اعظم معزول کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کے چند دنوں کے بعد ملک شاہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ شہزادہ برکیارق اور شہزادہ محمود میں جنگ و جدل شروع ہو گئی۔ آخرکار برکیارق کامیاب ہوا۔ اور قسمت کے ہاتھوں ترکان خاتون کو شکست فاش ہوئی۔ چند ہی ماہ میں محمود کا انتقال ہوگیا۔ اب بے کھٹکے برکیارق سلطنت سلجوقی کا خود مختار شہنشاہ بن گیا۔ اس کے بعد اس عظیم الشان خاتون کا نام تاریخ میں نظر نہیں آتا ؛

* * *

معاونین تہذیب

پچھلے دنوں جن تہذیبی بہنوں اور بھائیوں نے تہذیب کے نئے خریدار پیدا کئے۔ ان کے نام شکریہ کے ساتھ درج ذیل کئے جاتے ہیں :-

خدیجہ بی بی صاحبہ۔ منگرول
نواب دلاور بیگم صاحبہ مرشدآباد
مسز صالح محمد حاجی ابوبکر۔ مدراس
مریم بانو صاحبہ۔ حیدرآباد دکن
محترمہ صغرا ہمایوں مرزا۔ حیدرآباد دکن
ایس این قریشی ۔ لاہور
بیگم افضال صاحب۔ لاہور
ہیڈمسٹرس اردو گرل اسکول۔ بنوں
مسز عطاء الرحمٰن صاحب ریاست رامپور
زہرہ خواجہ صاحبہ ۔ الہ آباد
مرزا محمد نذیر صاحب۔ بمبئی
سردار مہدی بیگم صاحبہ۔ قلابہ
اختر جہاں صاحبہ قصبہ لہراں
سید رسول بخش شاہ صاحب۔ رسول نگر

عصمت النساء صاحبہ ۔ سورت
محترمہ الیس صاحبہ ۔ ایبٹ آباد
سید کبیر شاہ خاں صاحب۔ لائل پور
ہمشیرہ نجم الحسن صاحب زیدی۔ بریلی
صابرہ محمود صاحبہ ۔ رام نگر
عزیز فاطمہ صاحبہ بھوپال
حبیب النساء بیگم صاحبہ۔ کمسی
جمیلہ خاتون صاحبہ ۔ دہلی
میاں ہندو صاحبہ کوہ مری
بیگم قاضی سید ثناء الدین صاحب۔ جالنہ
بنت امجد علی صاحب۔ نجیب آباد
امت المتین صاحبہ لبونپور
ہمشیرہ سید امین علی صاحب الہ آباد
رحمت بیگم صاحبہ۔ کرشناگری

اصول کفایت شعاری

(از محترمہ ایس اے کرمانیہ)

کفایت شعاری ہر شخص اور ہر قوم کے لئے ضروری ہے لیکن ہماری مسلمان قوم جس قدر تباہی اور اسراف میں مبتلا ہے۔ اتنی کوئی قوم نہیں۔ اس لئے سب سے زیادہ اسی کو کفایت شعاری کی طرف توجہ کرنا چاہئے۔

ہماری حالت روز بروز بدتر ہوتی جارہی ہے حکومت عرصہ ہوا ہماری بداعمالیوں سے ہمارے ہاتھوں سے نکل گئی تعلیم رہی نہیں۔ سرسید احمد مرحوم نے کتنی جان توڑ کوششیں کیں۔ جب جا کے مسلمانوں نے بچوں کو تعلیم دلانا شروع کی۔ ورنہ اس وقت تک بالکل غافل تھے۔ اور اس کے بعد بھی وہ ایسے نہ بیدار ہوئے جیسی کی ضرورت تھی۔ ہمسایہ قوم کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔ اس نے بہت جلد اس راز کو سمجھ لیا۔ کہ موجودہ وقت میں عزت اور دولت علم سے حاصل ہوسکتی ہے۔ چنانچہ ایک معمولی حیثیت کے شخص نے نان نمک کھایا۔ مگر اپنے بچوں کی تعلیم پر روپیہ صرف کیا۔ مسلمان اپنی فضول خرچی کی بنا پر اس قابل ہی نہ تھے۔ کہ بچوں کو تعلیم دلاتے۔ جو بڑے ذی حیثیت تھے۔ انہوں نے بڑی شان و شوکت سے لڑکوں کو تعلیم دلانی چاہی۔ لیکن علم کی ضرورت سے زیادہ شان و شوکت کی ضرورت ان کے ذہن نشین کرائی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انہوں نے بھی کچھ نہ پڑھا لکھا۔ اور آباؤ اجداد کی دولت خوب اُڑائی۔ جو کم حیثیت تھے۔ ان کے پاس مفلسی کا عذر لنگ رہا۔ لڑکوں کو جاہل رکھا۔ پھر بھی گوشت روٹی کھائی۔ کپڑے اچھے پہنے۔ اور دنیا بھر کے اسراف کرتے رہے۔ لیکن نہ تو لڑکوں کو تعلیم دی۔ اور نہ ایک پیسہ پس انداز کیا۔ جو ضرورت کے وقت کام آتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا رہا۔ کہ جب خاص ضرورتیں پڑیں۔ تو گھر کا اندوختہ تھوڑی بہت جائدادیں اور مکانات سب تلف ہوگئے۔ جب قرض پر کام چلا۔ تو اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا۔

مسلمانوں کی حالت کا یہ صحیح نقشہ ہے جو ہمارے پیش نظر ہے۔ ان کی بداعمالیوں نے اب یہ نوبت پہنچادی۔ کہ سب ہی تباہ حال ہیں۔ جو لوگ صاحب ریاست و جائداد تھے۔ ان کی زمینیں ہندو مہاجنوں اور سرمایہ داروں کے قبضے میں ہیں۔ اور وہ خود نان شبینہ کو محتاج ہو رہے ہیں۔ اب مسلمان مرد و عورت ہر ایک کو لازم

ہے - کہ اگر وہ ملک میں آیندہ اپنی ہستی قایم رکھنا چاہتے ہیں - تو کفایت شعاری کو اپنا زریں اصول بنائیں - اپنی آمدنی کا ایک مختصر حصہ محفوظ رکھیں - تاکہ ضرورت پر قرض کی بلا سے بچے رہیں +

یہ سود ہی ہے جس نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا - مہاجن قرض دے کر جب سود در سود وصول کرتے ہیں - تو کوئی بس نہیں چلتا - اور ایک دفعہ قرض لے کر پھر کوئی اپنی حالت درست نہیں کر سکتا - بچوں کی تعلیم پر روپیہ لگانا چاہئے - ان کو محنت کرنا سکھانا چاہئے - مسلمانوں میں بیکاری کی بھی بہت بڑی عادت ہے - اس سے مفلسی پیدا ہوتی ہے + محنت سے روپیہ پیدا کر کے اس کو کفایت سے خرچ کرنا چاہئے - اور بیکار طمطراق سے احتراز لازم ہے - اب اس کا وقت نہیں - جتنا روپیہ پاس ہو - اسے جائز مصرف میں لگانا چاہئے - اسی میں ترقی ہے + اگر آمدنی کے ایک جزو کو اپنی آمدنی نہ سمجھا جائے - اور اسے محفوظ رکھا جائے - اور ہمیشہ قرض سے بچنے کی کوشش کی جائے تو بے شک ہم ناداری سے محفوظ رہ سکتے ہیں +

ہمارا روپیہ زیادہ تر شان و شوکت اور کاہلی کی نذر ہو جاتا ہے - وقتی خوشی کے پیچھے ہم نا عاقبت اندیشی کرتے ہیں - لیکن مسلمانوں کے لئے زیادہ بخل بھی زیبا نہیں - اعتدال پیش نظر رہنا چاہئے قرآن حکیم نے بھی ہم کو یہی تعلیم دی ہے - اور خدا نے مسرف اور بخیل دونوں کی سخت مذمت کی ہے - یہی اصول اختیار کر کے ہم فلاح دارین پا سکتے ہیں - اور انہیں اصولوں کو اختیار کر کے اپنی قومی زندگی کو فروغ دے سکتے ہیں +

مسلمانوں کو تجارت میں حصہ لینا چاہئے - دیانت اور محنت سے کام کریں - اور بااصول زندگی اختیار کر کے ترقی حاصل کریں - سادہ زندگی بہر صورت اشد ضروری ہے - اور ہر مسلمان مرد عورت کو اس پر عمل پیرا رہنا چاہئے +

خدا مسلمانوں کو عقل سلیم عطا کرے - اور آیندہ سے وہ اپنا اندوختہ اور گاڑھے پسینہ کی کمائی اغیار کی نذر کر کے فقیر نہ بنیں - ایسے مسلمانوں کا ٹھکانا نہ دین میں ہے - اور نہ دنیا میں + دنیا یوں تباہ ہوئی - کہ نہ دولت - نہ عزت کہ کچھ قدر ہو - اور دین یوں تباہ ہوا - کہ عیش پرستی اور عیاشی میں روپیہ اڑایا - اسے کسی جائز مصرف میں خرچ نہ کیا - نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم - نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے + اللہ ہماری قوم پر رحم فرمائے +

وطن سے دُور

سیاح عورت کا چھٹا خط اپنے فوجی محب کے نام

(از مس حجاب اسمٰعیل - مدراس)

خوش ہونے کو خوش ہیں۔ مگر ایسی بھی خوشی کیا۔ کچھ دل پہ اثر نام کو پیدا نہ ہو جس کا۔
ہنستے ہیں تو وہ بات ہنسی میں نہیں ہوتی۔ سچ ہے۔ کہ خوشی بے وطنی میں نہیں ہوتی۔

(افسر میرٹھی)

"وطن سے دور"

۲۶- اکتوبر ۱۹۳۱ء

پیارے ہارلی

نہ آسمانوں پر وہ نور برستا معلوم ہوتا ہے۔ نہ ہواؤں میں سریلا پن ہے۔ بلبلوں کے چہچہوں میں وہ مٹھاس نہیں ہوتی۔ جو ہونی چاہئے۔ نہ پھولوں کی لو میں وہ فردوسی مہک ہے۔

کل شب میں اپنے کمرے میں بیٹھی کچھ لکھ رہی تھی۔ جنوب کی طرف کا باغیچہ کا دریچہ کھلا ہوا تھا۔ اور ایک عربی بلبل دیودار کے درخت پر بیٹھی گا رہی تھی۔ مگر مجھے وہ راگ، موت کے خوفناک سحر کی طرح معلوم ہونے لگا۔ میں لرز گئی۔ اور مجھے وہ پرانا خواب یاد آیا۔ جو ایک قدیم بادشاہ نے اپنی موت سے پہلے قید خانے میں دیکھا تھا۔

آہ۔ وطن سے دور۔ سچ ہے کوئی نغمہ۔ کوئی خوشی۔ کوئی افسانہ انسانی دل کو نہیں خوش کر سکتا۔ نہیں کرتا۔ کیونکہ ؎

نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم
حدیث دل بکہ گویم عجب غمے دارم

ہر روز شام کے وقت جب سورج غروب ہوتا ہے۔ تو مجھے اکثر شبہ ہوتا ہے۔ کہ وہ پھر کبھی برآمد نہ ہوگا۔ اور جب ستارے ایک ایک کر کے آسمان سے غائب ہونے لگتے ہیں تو مجھے یقین ہوتا ہے۔ کہ وہ پھر کبھی نہ اُبھریں گے۔

ہارلی سنو۔ وطن سے دور رہ کر اپنے اصلی خیالات کے مرکز سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ آہ۔ مجھے وطن چھوڑے بہت زمانہ گزر گیا ہے۔

ہم سیاحوں کے خواب بھی بہت عجیب و

غریب ہوتے ہیں۔ جب رات کے وقت میں
سونے لگتی ہوں۔ تو میری نیند وطن کے تخیلات
سے معمور ہوتی ہے۔ مجھے اکثر عالم رویا میں
اپنے وطن کے اونچے اونچے ریتیلے پہاڑوں
گرم ہواؤں، سنہری ایشیائی دھوپ۔ زندگی
بخش دھوپ۔ اور نیلے نیلے آسمانوں کی زیارت
نصیب ہوتی ہے۔ مگر آہ۔ جب میری خوبصورت
اور محبوب نیند کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔ اور میری
افسردہ روح واپس آجاتی ہے۔ تو میں دیکھتی
ہوں۔ کہ میں رات کی افسوسناک تنہائی اور
تاریکی میں وطن سے دور تنہا پڑی ہوں۔ دریچہ
کھلا ہوا ہے۔ آسمان پر کہکشاں نکلی ہے۔
ہزاروں بلکہ لاکھوں ننھے ننھے تارے جگمگا
رہے ہیں۔ اس وقت ــــ ہارلی ــــ
پیارے ہارلی اس وقت مجھے "خواب بیداری"
(Day dream) سے لطف اندوز ہونے کا
موقع ملتا ہے۔ (تم "خواب بیداری" کے معنی
بھی جانتے ہو؟ آہ شاعر ہوتے تو جانتے!)
دفعتہً میرے خیالات میرے وطن کے میدانوں
میں پھیل جاتے ہیں۔ عمر خیام کی طرح میری
روح بھی پرانی یادوں کی تلاش میں تنہا مقامات
پر پرواز کرجاتی ہے۔ نہروں کا وہ شیریں سرد
پانی یاد آتا ہے۔ جو شہد و برف سے زیادہ ٹھنڈا
اور میٹھا ہوا کرتا ہے۔ مجھے میرے مکان کے وہ
خاص کمرے یاد آتے ہیں۔ جن کی فضا میں انسانی
کیفیت ملی ہوئی ہے۔ اور جس میں ہم دونوں بیٹھ کر
شطرنج کھیلا کرتے تھے۔ مجھے وہ پرانے دریچے
یاد آنے لگتے ہیں۔ جس میں سے ہو کر بلبل کے راگ
ہم تم تک پہنچتے تھے۔

دیکھو۔ وقت کے پر نہیں ہوتے۔ مگر وہ کس تیزی
سے گزر جاتا ہے۔ ہارلی مجھے یہ کل کا واقعہ معلوم
ہوتا ہے۔ کہ ہم تم وطن میں زندہ دل خوش گلو
پرندوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ دن بہت
جلد گزر گئے۔ تم کو سمندروں کے پار چلا جانا پڑا
اور مجھے وطن سے دور سیاحی کا شوق کھینچ لایا۔ اب
یہ حالت ہے۔

گھر سے چھوٹے ہوئے مدت ہوئی صیاد مجھے۔
کس چمن میں تھا نشیمن یہ نہیں یاد مجھے۔

میری دعا ہے۔ کہ ہارلی۔ معبود ہم کو پھر اپنے
وطن میں واپس لائے۔ اور پھر ایک دفعہ اسی
طرح کی زندگی بسر کریں۔ جیسی ہم پہلے بسر کر چکے
ہیں۔ ع

جی چاہتا ہے دیکھوں یاران خوش قبا کو۔
جی چاہتا ہے دیکھوں محبوب خوش ادا کو۔
آتا ہے یاد مجھ کو پھر اپنا آشیانہ۔
گزرا ہوا زمانہ بچھڑا ہوا فسانہ
پہلو میں دل ہے لیکن وہ حسرتیں نہیں ہیں
اب مجھ میں ناز و شوخی کی عادتیں نہیں ہیں





مسز شاہو رکن میونسپل کمیٹی لاہور



مسز نانک چند رکن میونسپل کمیٹی لاہور

ہماری سیر

(از محترمہ تنویر فاطمہ صاحبہ اترولہ)

ہم لوگ تحصیل اترولہ میں کئی مہینے سے مقیم ہیں۔ یہ مقام بہت ہی سرسبز و شاداب اور پرفضا ہے۔ سرحد نیپال یہاں سے چار میل پر ہے۔ بارش اس جگہ بہت ہوتی ہے۔ اور اکثر اوقات بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک ہمارے دل دہلا دیتی ہے۔

ہماری کوٹھی ایک وسیع احاطہ میں ہے جس میں باغ اور چمن بھی ہے۔ بائیں جانب ایک ٹینس لان ہے۔ لیکن ہم لوگ اکثر بیڈمنٹن ہی کھیلتے ہیں ٹینس کا موقع نہیں آیا۔ شب کو ہمیشہ لومڑیاں اور گیدڑ آجاتے ہیں۔ مگر ہم بجائے خوفزدہ ہونے کے ان کا تعاقب کرتے ہیں۔ اور خوب لطف اٹھاتے ہیں۔

شروع ماہ اکتوبر میں میرے بڑے بھائی جان تعطیلات دسہرہ میں آگرہ کالج بند ہونے پر آگئے۔ اور آتے ہی موٹر پر سیر کا انتظام کیا۔ ہم نے خوشی خوشی تیاریاں کیں۔ اور ۱۱ ستمبر کی شب کو ایک بجے روانہ ہوئے۔ کہ ریاست دھنکا پور ہوتے ہوئے اجودھیا اور فیض آباد چلیں۔ میرے ہمراہ والدہ محترمہ۔ میری بڑی بھابی جان اور مقامی افسروں کی بیگمات بھی تھیں۔

اس شب میں نے پہلے پہل موٹر پر سفر کیا لیکن کسی قسم کا بھی خوف نہیں معلوم ہوا۔ راستے میں جو مناظر دیکھنے میں آئے۔ انہیں قابل تحریر سمجھتی ہوں۔ ہمارا موٹر دو چار ہی میل چلا تھا۔ کہ ایک طویل سلسلہ ہمالیہ کے جنگلات کا شروع ہوا۔ ساکھو اور ساگوان کے لمبے لمبے درخت عجیب سماں پیدا کر رہے تھے۔ ہماری سڑک کے دو طرفہ پیڑوں کی شاخیں اوپر سے آکر ملتی تھیں۔ اور ایک کنج سا بنا لیا تھا۔ چیتل۔ لومڑی۔ لنگور اور سانبھر کی آنکھیں تاریکی میں عجب طرح سے چمکتی تھیں اور جب موٹر قریب آتا تھا۔ تو وہ جنگل میں چھپ جاتے تھے۔ دو مرتبہ بھائی جان نے اتر کر کوشش کی۔ کہ فیر کریں۔ مگر والدہ نے بندوق چلانے سے منع فرمایا۔ اور کہا۔ کہ مبادا کوئی درندہ نکل آئے۔ اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ علاوہ ازیں وہ زخمی ہو کر پیڑوں میں گھس جاتا۔ اور وہاں اس کا سراغ لگانا محال تھا۔ کیونکہ پیڑ بہت ہی نزدیک نزدیک ہیں۔ چھ سات میل کا خوفناک راستہ طے کر کے جنگل سے باہر نکلے۔

اور صبح ۵ بجے ٹنکا پور پہنچے۔ اور وہاں سے رجسٹرار صاحب کی بیگم کو لیتے ہوئے آگے بڑھے۔

صبح ۵ بجے جبکہ سورج مشرق سے طلوع ہونے کو تھا۔ اور سرخی نمودار ہو چکی تھی۔ ایک سلسلہ آذر جنگلات کا ملا۔ یہ ڈھاک کے جنگل ہیں۔ خرگوش کثرت سے ہیں۔ ایک خرگوش پر موٹر چلتے ہی ہیں فیر کیا۔ مگر نہ مرا۔ دوسری جگہ ڈرائیور نے از خود موٹر روک لیا۔ بھائی جان نے ایک دم فیر کیا۔ معلوم ہوا۔ کہ لومڑی مر گئی۔ صبح کو ایک بھیڑیا اور ملا۔ جو موٹر کو دیکھ کر ایک طرف چھپ گیا۔ مگر بھائی جان نے موٹر سے اتر کر اس کا تعاقب کیا۔ اور آخر نصف گھنٹہ کے بعد اسے مار کر واپس آئے۔

اب آفتاب کی روشنی خاصی ہو گئی تھی ہم لوگ لکڑ منڈی گھاٹ پہنچے۔ یہاں سے اجودھیا کے مندروں کے کلس بے انتہا تعداد میں نظر آئے۔ یہی اجودھیا راجہ دسرتھ کی راجدھانی اور رام کا وطن مالوف تھا۔ یہیں سے رام کو بن باس ملا۔ اور وہ انہیں جنگلوں میں سرگرداں پھرے اکثر جگہ کٹیاں پائی جاتی ہیں۔ جہاں انہوں نے قیام کیا تھا۔

لکڑ منڈی سے اجودھیا جانے کو ہمیں ایک اسٹیمر میں سفر کرنا پڑا۔ جو قابل ذکر ہے۔ اس اسٹیمر کا نام پٹنہ ہے۔ اس میں ۰۰ ۷ آدمی سوار ہو سکتے ہیں۔ انٹر کلاس کا سفر تھا۔ خوب لطف آیا۔ بھائی جان نے اس اسٹیمر کا ایک حصہ ہم کو دکھلایا۔ عموماً لوگ تختے ہی پر بیٹھتے ہیں۔ جو عرشہ کہلاتا ہے۔ عرشے پر چند بنچیں پڑی ہیں۔ جو انٹر کلاس کہلاتی ہیں۔ اس اسٹیمر پر قریباً قریباً ۳۰۰ آدمی سوار تھے۔ درجہ اول و دوم دو منزلہ عمارت پر ہیں۔ یہاں سے دریا کا خوب لطف آتا ہے۔ اس جگہ عمدہ عمدہ گدے دار بنچیں پڑی ہیں۔

پھر ہم مشین دیکھنے گئے۔ جو سطح آب سے نیچے کے حصے ہیں اور اسٹیمر کے بیچوں بیچ واقع ہے۔ دائیں بائیں دو پنکھے سے لگے ہیں۔ جو پانی کو کاٹتے چلتے ہیں۔ مگر ان کے موڑنے اور روکنے کا سلسلہ اوپر ہی سے ہے۔ درجۂ اول ہی میں دو مشینیں سی ہیں۔ وہاں سے اس کو موڑا جاتا ہے۔ دو میل کا سفر کر کے ہم اجودھیا پہنچے۔ سطح آب ہی پر بڑے بڑے پیپے ڈال کر جہاز فوراً باندھ دیا جاتا ہے۔

اجودھیا میں علاوہ متعدد مندروں کے ایک چیز قابل ذکر ہے۔ یہ اجودھیا کی جامع مسجد ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ اسے بابر بادشاہ نے بنوایا تھا۔ اس کے تین طرف بہت سی مورتیں رکھی ہیں۔ جنہیں اب بھی ہندو پوجتے ہیں۔ یہ مورتیں مسجد کے اندر نہیں ہیں۔ بلکہ احاطہ کے باہر ہیں۔ ایک طرف سیتا جی کی رسوئی ہے۔ ایک پتھر کا چکلا۔ بیلن اور چولہا رکھا ہے۔ بہت

سے پجاری بھی جمع رہتے ہیں۔ اور موذن بھی رہتا ہے۔ مگر وہ ہندوؤں کو مسجد کے اندر آنے سے منع نہیں کرتا۔ جیسا کہ وہ لوگ مندر میں جانے سے کرتے ہیں +

ہر بہن کو یہ ملحوظ خاطر رہے۔ کہ اجودھیا میں پجاری لوگ درشن کرنے والوں کو بہت بہکاتے ہیں۔ ایسا ہی قصہ ہمارے ساتھ پیش آیا۔ کہ ایک پجاری نے سیتا جی کی رسوئی کے عقب میں ایک مزار قابل دید بتایا۔ مگر چونکہ بھائی جان کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ وہ ڈر گیا۔ اور رفوچکر ہو گیا۔ حالانکہ اس کے عقب میں محض عمیق غار اور جھاڑیاں ہیں۔ جب بھائی جان وہاں گئے۔ تو چار آدمی وہاں تنہائی میں موجود تھے۔ مگر وہ لوگ ان سے نہ بولے۔ ہم بہت بچے۔ ہمیشہ پردیس میں ایسے چرکوں کا خیال رکھنا چاہئے +

اجودھیا سے ہم فیض آباد تانگوں میں سوار ہو کر چلے۔ اور ۷ میل کی مسافت کے بعد بہو بیگم صاحبہ مرحومہ کے مقبرے پر پہنچے۔ یہ ایک عالیشان عمارت بہت اونچی کرسی پر بنی ہوئی ہے۔ اور آج کل ایک وقف کے تحت میں ہے۔ ایک وسیع گنبد میں درمیان میں قبر ہے۔ اور امام باڑہ بنا ہوا ہے۔ جہاں ایک ضریح بھی رکھی ہے۔ خدام بھی بہت شائستہ اور نیک ہیں + ہماری طبیعت ان کے برتاؤ سے بہت خوش ہوئی + اس عمارت کے ہر چہار طرف ایک باغ ہے۔ اور اچھی رونق ہے +

اس کے بعد ہم گلاب باڑی واپس آئے۔ سنا جاتا ہے۔ کہ یہاں ہندوستان بھر کے گلاب کے اچھے اچھے پودے لا کر لگائے گئے تھے۔ اور کبوتر بھی پلے ہوئے تھے اب نہ وہاں کبوتر ہیں۔ نہ گلاب کے پھول + ہاں بے انتہا ولائتی پیڑ لگے ہوئے ہیں + عمارت وسط باغ میں ہے۔ دائیں طرف دروازے پاس عام مسجد ہے۔ اور بائیں طرف ایک اور عمارت بنادی گئی ہے + داخلہ ایک عمارت سے ہوتا ہے۔ جس میں تین پھاٹک ہیں۔ اور بالاخانہ پر ایک لائبریری ہے۔ اس عمارت کے عقب میں عمدہ چمن ہے۔ دالانوں میں اب بھی جالیاں جڑی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی زمانے میں یہاں ضرور کبوتر رہتے ہوں گے + تین بجے شام کو واپسی ہوئی۔ اسٹیمر سے پار گزر کر اپنے موٹر میں سوار ہوئے۔ شکار کرتے ہوئے واپس چلے۔ ایک چیتل مارا اور دو تین خرگوش۔ بعد مغرب ٹنکا پور پہنچے۔ اور وہاں سے بعد چاء وغیرہ دس بجے شب کو بخیریت مکان آئے + اس طرح ہم نے تقریباً ۲۰۰ میل کا موٹر سے سفر کیا۔ اور خوب لطف اٹھایا +

بیوی کی فرمانبرداری

(از محترمہ شہزاد جہاں بیگم صاحبہ ۔ آگرہ)

اب تک تو میں نے یہی سنا تھا۔ کہ بیویاں اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کیا کرتی ہیں۔ اور جو نافرمانی کرتی ہیں۔ انہیں مرد کسی نہ کسی ڈھب سے اپنا فرمانبردار بنا لیتے ہیں۔ کیونکہ الرجال قوامون علی النساء کے مطابق مرد عورتوں پر مسلط ہیں پس قوی کا کمزور کو اپنا تابع بنا لینا ایک قدرتی امر ہے لیکن اس کے برعکس اس وقت میری واقفیت کے دائرے میں کم سے کم ایک درجن مردوں کی ایسی تعداد موجود ہے۔ جو باوجود تعلیم یافتہ۔ صاحب ثروت اور اعلیٰ خاندان ہونے کے اپنی جاہل مفلس اور خاندانی عزت نہ رکھنے والی عورتوں کے اس قدر فرمانبردار ہیں۔ کہ ان کے جا و بیجا حکم کان دبا کر مانتے رہتے ہیں۔

اگر وہ کہتی ہیں۔ "اونٹ بلبلانے لگی" تو وہ کہتے ہیں۔ "جی ہاں جی ہاں" اگر بیوی حکم دیں۔ کہ ساس نند کا رزق بند کردو۔ تو یہ فوراً خدا بن کر بند کر دیتے ہیں۔ اور چپکے سے کہتے ہیں۔ ان کا حکم نہیں ہے ہم بے اختیار ہیں۔ ان کو راضی کرو۔ بیوی حکم دے کر جو بے انصافی چاہتی ہے گھر میں کراتی رہتی ہے۔ اور میاں جن پر الو کی لکڑی پھری رہتی ہے۔ ناجائز حکم بجا لا کر گنہگار بنتے رہتے ہیں بیوی کے مقابلہ میں ماں باپ۔ بھائی بہن کا کوئی حق نہیں سمجھتے۔ نہ کوئی عزت کرتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے۔ کہ میاں بیوی میں ضرورت سے زیادہ محبت ہوگی۔ اور محبت میں انسان اندھا ہو کر بے انصافی کر بیٹھتا ہے۔ تو یہ بات بالکل غلط ہے۔ یہ میاں اپنی بیویوں کی شرارت اور بے جا دباؤ کے سخت شاکی ہیں۔ اور صاف کہتے ہیں۔ کہ ہم کو ہرگز اس سے محبت نہیں ہے۔ بلکہ اب نکاح ہو گیا ہے۔ تو نباہنے ہی میں شرافت ہے۔ اگر ان مردوں کو کوئی صلاح دے۔ کہ ایسی نالائق خود غرض بیویوں سے یک لخت کنارہ کشی اختیار کرو۔ جو عورت خود غرض ہو۔ اور شوہر کو ہر وقت ڈانٹ پھٹکار کر کام کراتی ہو۔ وہ کسی کی نہیں ہو سکتی۔ تو میاں یہ سن کر الٹے سمجھانے والے پر برس پڑتے ہیں۔ اور بیوی کو فوراً بتا دیتے ہیں۔ کہ فلاں میرا رشتہ دار تو یہ صلاح دے رہا تھا۔

میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ مرد کس قسم کے ہیں۔ اور ان کا مدعائے زندگی کیا ہے۔ وہ

بیوی دراصل برائے نام بیوی ہے۔ جو شوہر کو دراصل ادنیٰ درجے کے ملازم سے بھی بدتر سمجھے اس کو کھانے کو نہ دے۔ اس کا کوئی کام نہ کرے اس کو کپڑے بنانے کو منع کرے۔ خود دن بھر کھٹیا پر چڑھی بیٹھی رہے۔ اور شوہر سے خانہ داری کا سارا انتظام کرائے۔ اور تیوری پر ہر وقت بل ڈالے رہے۔ کبھی سیدھے منہ بات نہ کرے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں پر روپیہ ٹھیکری کی طرح پھینکے۔ اور میاں اگر اپنی خوشی سے اپنی بہن یا کسی رشتہ دار کو دے۔ تو اس کی جان کو آجائے۔ اپنا حکم منوانے کے لئے خون اور پانی ایک کر ڈالے۔ دن بھر الواٹی کھٹواٹی لئے پڑی رہے۔ تاکہ میاں عاجز آکر ہمارا حکم بجا لائے۔

یہ کام دراصل ان جاہل بیویوں کے ہوتے ہیں جن کی تربیت اچھی نہیں ہوتی۔ مردوں کو چاہئے کہ ان بیویوں کو یا تو راہ راست پر لائیں۔ یا ان کا کوئی معقول علاج کریں۔ اور ان سے دب کر اور بے انصافی کر کے گنہگار نہ بنیں۔ اور نہ ان کو اپنا اور سارے گھر کا سرتاج بنا کر گناہ کرنے کی آزادی دیں۔

یوں تو بیوی اور شوہر دونوں کو ایک دوسرے کی فرمانبرداری کرنا چاہئے۔ مگر عقل اور انصاف کے ساتھ۔ جس طرح عورتوں کے حقوق مرد ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح عورتوں کو بھی ان کے حقوق ادا کرنا چاہئیں۔ یہ کوئی انصاف نہیں ہے۔ کہ اس کے روپے سے عورتیں اپنا تو سارا گہنہ پالیں۔ اور خود اس کو کھانے اور کمانے اور کپڑے تک کا محتاج کر دیں۔ عورتوں کو مرد سے اپنا نان نفقہ اور مہر لینے کا حق حاصل ہے۔ کل آمدنی پر قابض ہو کر اپنے رشتہ داروں کے لئے لنگر خانہ کھولنے کا کہیں شرع نے حکم نہیں دیا۔ اس قسم کی بیویوں کو چاہئے۔ کہ انگریز خواتین سے سیکھیں۔ کہ وہ اپنے شوہروں سے کس درجہ محبت کرتی ہیں۔ اس کے رشتہ داروں کی قدر وقعت کرتی۔ اور تمام حقوق ادا کرتی ہیں۔ اگر صاحب کے پاس روپیہ نہ رہے۔ تو خود کما کر اپنا گھر چلاتی ہیں۔ بڑی کفایت اور ایمانداری سے گھر کا تمام کام کاج خود کیا کرتی ہیں۔ میاں بیوی باہم اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے خیرخواہ ہوتے ہیں۔

✦ ✦ ✦

بچے اور جنگ

(از محترمہ روشن آرا بیگم)

بچے سونے سے پہلے ہر رات آپس میں باتیں کیا کرتے تھے۔ وہ تنور کے کنارے بیٹھ جاتے اور جو کچھ ذہن میں آتا۔ کہنا شروع کر دیتے تھے کھڑکی سے شفق خواب آلود آنکھوں کے ساتھ جھانکتی تھی۔ اور ہر گوشے سے خاموش سائے اپنے آغوش میں عجیب وغریب داستانیں چھپائے بلند ہوتے تھے۔

ان کے ذہن میں جو کچھ آتا تھا۔ بلا تامل کہہ ڈالتے تھے۔ لیکن ان کے ذہن میں صرف روشنی اور حرارت کے دل نواز افسانے آتے تھے۔ جن میں محبت اور اُمید نے رنگ بھرا تھا۔ ان کے نزدیک سارا مستقبل ایک طویل اور روشن تعطیل کا نام تھا۔ گویا کرسمس اور ایسٹر کے مابین لنٹ[1] کا خلا نہیں تھا۔ منجمد پردوں کے پیچھے کہیں زندگی دھڑکتی اور نور برساتی ایک عالم نور سے دوسرے عالم نور میں داخل ہو رہی تھی الفاظ سرگوشیوں میں کہے جاتے تھے۔ اور ان کا پورا مفہوم کبھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ کسی کہانی کا نہ کوئی آغاز تھا۔ نہ کوئی مستقل ڈھانچا۔ اور نہ کوئی انجام۔ کبھی کبھی چاروں بچے یکبارگی بولنے لگتے تھے۔ لیکن اس سے کسی کی گفتگو میں خلل نہیں پڑتا تھا۔ وہ سب کے سب وجد کے عالم میں ایک آسمانی روشنی کی جانب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ جس میں انہیں ہر کہانی کا مطلب واضح اور اس کا چہرہ صاف نظر آتا تھا۔ اور افسانے کا انجام نہایت شاندار معلوم ہوتا تھا۔

چاروں ایک دوسرے سے اس قدر مشابہت رکھتے تھے۔ کہ دُھندلکے میں چہار سالہ ڈولینک اور دہ سالہ لوٹز نیکا کے چہروں میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سب کے چہرے دُبلے پتلے اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔

اس شام کو کسی نامعلوم مقام سے کوئی نامعلوم چیز اس آسمانی نور وسرور کے عالم میں داخل ہو گئی۔ اور نہایت بے دردی کے ساتھ تعطیلوں۔ قصوں اور افسانوں کی دنیا کو تہ و بالا کر دیا۔ ڈاک سے خبر آئی تھی۔ کہ ابا جان اطالیہ کی سرزمین میں موت کی گہری نیند سو رہے ہیں۔

[1] کرسمس اور ایسٹر کے درمیانی عرصے کو لنٹ کہتے ہیں۔

ان کے سامنے ایک نامعلوم بالکل نئی اور عجیب و غریب شے آکھڑی ہوئی۔ جس کے سمجھنے سے ان کے ننھے ذہن قاصر تھے۔ وہ ایک طویل اور ایک عریض چیز تھی۔ لیکن نہ تو اس کا چہرہ تھا۔ نہ آنکھیں اور نہ منہ۔ انہوں نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ نہ گرجا کے پُرشور نواح کی کوئی مخلوق تھی۔ نہ آس پاس کے گلی کوچوں سے کوئی علاقہ رکھتی تھی۔ اور نہ تنور کے گردوپیش کے دھندلکے سے اس کا کوئی تعلق تھا۔

وہ کوئی مسرت انگیز چیز نہیں تھی۔ لیکن اس میں کوئی خاص حزن و ملال بھی نہیں تھا۔ وہ ایک بے جان چیز تھی۔ اس کی آنکھیں نہیں تھیں۔ جن سے معلوم ہو سکتا۔ کہ وہ کہاں سے آئی ہے۔ اور کہاں جائے گی۔ اس کا منہ بھی نہیں تھا۔ کہ وہ یہ کیفیت الفاظ میں بیان کر دیتی تخیل اس عظیم سائے کے سامنے اس طرح سر نہوڑائے سہما ہوا کھڑا تھا۔ گویا اس کے سامنے ایک سیاہ اور بے حس و حرکت دیوار ہے۔ اور وہ دیوار کے قریب پہنچ کر خاموشی سے اسے گھور گھور کر سوچ رہا ہے۔ کہ یہ ناقابل فہم شے کیا ہے۔

ڈنشیک نے استعجاب کے لہجے میں پوچھا۔ "ابا کب آئیں گے"؟

لوٹزیکا نے غصے سے اس کی جانب دیکھا۔ اور ٹھوکا دے کر کہا:۔ "اب وہ آ کیونکر سکتے ہیں"؟

پھر سب کے سب خاموشی کی گہرائی میں ڈوب گئے۔ ان کے سامنے ایک عظیم دیوار دیوار کھڑی تھی جس کے پار ان کی نظریں نہیں جا سکتی تھیں۔

مینیشی نے جس کی عمر ، سال کی تھی۔ کہا "میں بھی لڑنے جا رہا ہوں"۔

اس نے یہ الفاظ اس طرح کہے تھے۔ گویا اسے یکایک ایک صحیح خیال سوجھا ہے۔ اور اس وقت یہی ایک بات کہنے کی ہے۔

ڈنشیک نے جو ابھی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ گہری آواز میں جواب دیا۔ "تم ابھی ذرا سے تو ہو۔ جنگ میں کیا جاؤ گے"۔

ملکا نے جو سب سے دبلی پتلی اور نحیف بچی تھی۔ اور اس وقت اپنی ماں کی چادر میں لپٹی لپٹائی کسی مسافر کی گٹھری معلوم ہوتی تھی۔ سایوں کی تاریکی میں سے پوچھا۔ "یہ جنگ کیسی ہوتی ہے۔ مینیشی ہمیں جنگ کی کہانی تو سناؤ"؟

مینیشی نے کہا۔ "لو سنو۔ جنگ یوں ہوتی ہے۔ کہ لوگ ایک دوسرے کے پیٹ میں چھریاں گھونپتے ہیں۔ تلوار سے کاٹ ڈالتے ہیں۔ جتنا کوئی زیادہ چھریاں گھونپے۔ اور تلواریں چلائے اتنا ہی اچھا ہے۔ کوئی کسی سے کچھ نہیں کہتا۔

کیونکہ ہونا بھی یوں ہی چاہئے۔ اسی کا نام ہے جنگ "

لکا نے پوچھا: "لیکن لوگ ایک دوسرے کو چھریوں اور تلواروں سے کیوں کاٹتے ہیں"؟

قیشی نے جواب دیا: "بادشاہ کے لئے"۔

اب پھر خاموشی چھا گئی۔ کسی بعید مقام سے جو دھندلا نظر آتا تھا۔ کوئی عظیم اور قوی ہیکل چیز جو عظمت و شان کے زور سے جگمگ جگمگ کر رہی تھی۔ ان کی دھندلی نگاہوں کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ وہ اس طرح بے حس و حرکت اور خاموش بیٹھے تھے۔ گویا گرجا میں بیٹھے دعا مانگ رہے ہیں۔

قیشی نے جلد جلد اپنے منتشر خیالات کو جمع کیا۔ شاید وہ محض اس سکرت کو جو ان پر پوری طرح چھایا ہوا تھا۔ توڑنا چاہتا تھا۔ وہ بولا: "میں بھی دشمن سے لڑنے جاؤں گا"۔

لکا کی نحیف آواز بلند ہوئی: "دشمن کیا ہوتا ہے؟ کیا اس کے سینگ بھی ہوتے ہیں"؟

ڈونشیک نے پرزور آواز سے جس میں سنجیدگی کے ساتھ غصے کی جھلک بھی تھی۔ کہا "ہاں اس کے سینگ بھی ہوتے ہیں۔ ورنہ وہ کس طرح دشمن ہو سکتا ہے"۔

اس کا صحیح جواب قیشی کے پاس بھی نہیں تھا۔ اس لئے آہستہ آہستہ اور رک رک کر کہا۔ "میرے خیال میں تو ——— اس کے سینگ نہیں ہوتے"۔

لوٹزیکا اس بحث میں حصہ تو نہیں لینا چاہتی تھی۔ لیکن اب اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور بول اٹھی: "دشمن کے سینگ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح انسان ہے"۔ پھر کسی قدر غور کرنے کے بعد کہنے لگی: "البتہ اس کی روح نہیں ہوتی"۔

ڈونشیک طویل توقف کے بعد بولا: "لیکن آدمی جنگ میں کیونکر سو جاتا ہے۔ یوں آنکھیں بند کر کے" اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

قیشی نے کہا۔ "نہیں دشمن اسے مار ڈالتے ہیں۔ وہ موت کی نیند سو جاتا ہے"۔

"ابا نے وعدہ کیا تھا۔ کہ گھر آتے وقت میرے لئے ایک بندوق لیتے آئیں گے"۔

لوٹزیکا نے درشتی سے کہا: "بھلا اب وہ تمہارے لئے کیونکر بندوق لا سکتے ہیں"؟

"دشمن نے انہیں مار ڈالا ہے"؟

"اور کیا"۔

ان کی ننھی آنکھوں سے خاموشی اور غم تاریکی کو گھور رہے تھے۔ وہ کسی ایسی نامعلوم چیز کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے جنہیں نہ ذہن سمجھ سکتا تھا۔ نہ دل محسوس کر سکتا تھا۔

عین اس وقت جھونپڑے کے سامنے ایک

پنج پر دادا اور دادی بیٹھے تھے۔ ڈوبتے ہوئے
سورج کی آخری سرخ کرنیں باغ کے تاریک
پتوں سے چھن چھن کر گر رہی تھیں۔ ہر طرف خاموشی
چھائی تھی۔ ہاں اصطبل سے ایک ہچکی کی آواز
آئی۔ جو ضبط کی کوششوں کے باوجود منہ سے
نکل گئی تھی۔ یہ غالباً نوجوان بیوہ کی ماتمی فریاد
تھی۔ جو اصطبل میں گھوڑوں اور گاڑیوں کے بیچ

کی خبر لینے گئی تھی ۔
بوڑھے دادا اور دادی بنچ پر بیٹھے تھے
ان کی کمریں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ ایک دوسرے
کا ہاتھ پکڑے دیر تک بیٹھے رہے۔ ان کی آنکھ
افق کے کنارے ارغوانی شفق کو دیکھ رہی تھیں
اور زبانیں خاموش تھیں ۔

(ترجمہ از ایوان گنکہ)

جلسہ تعزیت

مس بوس صاحبہ مرحومہ کا جلسہ تعزیت زیر
صدارت جناب ڈپٹی ڈائرکٹرس صاحبہ ۲۶
اکتوبر کو بوقت دو بجے دوپہر وکٹوریا گرلز اسکول
لاہور میں منعقد ہوا جس میں مرحومہ محترمہ کی ہمشیرہ
عزیزہ اور بھانجی مس (لیلا) دتا صاحبہ کے
علاوہ ڈپٹی ڈائرکٹرس صاحبہ مس مترا صاحبہ
مسز گورین صاحبہ مس مست صاحبہ پرنسپل
میکلیگن ہائی اسکول اور مس موز مدار صاحبہ
(نارمل گرلز اسکول) تشریف فرما تھیں۔ علاوہ ازیں
ایم بی گرلز اسکول لاہور کی جملہ ہندو اور مسلمان
استانیاں اور لیڈی سپرنٹنڈنٹ صاحبہ بھی موجود
تھیں۔ شروع میں مسز سرکار صاحبہ نے افتتاحی
تقریر میں محترمہ مرحومہ کی خوبیاں بیان فرمائیں
پھر استانی بسنت کور صاحبہ نے ان کے اخلاق
حسنہ پر تقریر کی۔ اس کے بعد وکٹوریا گرلز اسکول
کی ایک استانی ہاشمی بیگم صاحبہ اور استانی
عمدہ بیگم صاحبہ کی تقریریں ہوئیں۔ پھر ڈ
ڈائرکٹرس صاحبہ نے انگریزی میں تقریر کی
مس بوس صاحبہ آنجہانی کی ہمشیرہ عزیزہ
تقریر کی۔ اس کے بعد مجھے تقریر کے لئے
گیا۔ لیکن مجھے پہلے علم نہیں تھا۔ کہ تقریر کر
کے لئے کہا جائے گا۔ اس لئے میں معذ
کر کے خاموش ہو رہی ۔

آخر میں مسز سرکار نے سکرٹری کی حیثیت
میں مرحومہ کی یادگار قائم کرنے کے لئے
کی تحریک کی۔ اور جلسہ ختم ہوگیا ۔

مجھے وکٹوریا گرلز اسکول کی استانیوں ا
طالبات سے امید ہے۔ کہ وہ مرحومہ کی یا
کے لئے چندہ دینے میں کوتاہی نہیں کریں
مرحومہ کو ہمارا دل سے بہت ہمدردی تھ
مناسب ہوگا۔ کہ ہسپتال میں ایک ان کی یا
کے طور پر بنوا دیا جائے ۔ خیرالنساء بیگم۔ ا

جدید مطبوعات

تفویض

ہمارے ہاں طلاق کے بارے میں جن قوانین پر عمل ہوتا ہے۔ ان کے رو سے مرد کو حق حاصل ہے۔ کہ جب چاہے بلا وجہ عورت کو طلاق دیدے۔ لیکن عورت کو خواہ کتنی ہی دشواریاں پیش آئیں۔ اور شوہر کے ہاں اس کی زندگی کتنی ہی اذیتوں میں بسر ہوتی ہو۔ اسے علیحدگی حاصل کرنے کا اختیار نہیں۔ حالانکہ خلع کے متعلق شریعت کے احکام نہایت واضح ہیں۔

لیکن مروجہ قانون کے رو سے ایک اور صورت پیدا ہو گئی ہے جس سے عورت باوجود خلع کا اختیار نہ ہونے کے بھی اپنے حقوق کی حفاظت کر سکتی ہے۔ اسے طلاق بالتفویض کہتے ہیں۔ یعنی عورت اور مرد شادی سے پہلے یا شادی کے بعد آپس میں یہ معاہدہ کر سکتے ہیں۔ کہ اگر بعض خاص صورتیں پیش آئیں یعنی شوہر بیوی کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے۔ یا کسی وعدے کی خلاف ورزی کرے۔ تو بیوی کو اختیار رہے گا۔ کہ خود کو شوہر سے طلاق دے لے۔

طلاق بالتفویض ہے تو بہت مفید چیز لیکن عام طور پر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی وکیل نے حال میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں تفویض کے مذہبی اور قانونی پہلو پر نہایت سنجیدگی سے بحث کر کے اس کی خوبیاں واضح کی ہیں۔ مصنف نے مسئلہ کی صحیح صورت نہایت دلنشین اور موثر انداز میں بیان کی ہے۔ جس کے مطالعہ کے بعد تفویض کی اصلی حیثیت معلوم ہو جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں مصنف نے قوم کی توجہ ایک نہایت اہم مسئلے کی جانب منعطف کرائی ہے۔ جس کے لئے وہ مظلوم طبقۂ نسواں کے شکریے کے مستحق ہیں۔ رسالے کا ایک حصہ افسانے کے پیرائے میں ہے جس نے اس خشک موضوع کو نہایت دلچسپ بنا دیا ہے۔ تہذیبی بہنیں اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔ کتابت و طباعت نہایت پاکیزہ قیمت فی جلد ۵ ر رسالہ ساقی دہلی سے طلب کیجئے۔

محمدی کیلنڈر

یہ خوشنما کیلنڈر دل محمد صاحب تاجر کتب نے چھپوایا ہے۔ انگریزی تاریخوں کے علاوہ قمری مہینوں کی تاریخیں بھی دی گئی ہیں۔ آغاز میں کلمۂ طیبہ ہے۔ اس کے بعد روضہ نبوی کا نقشہ۔ اطراف میں قرآنی آیات قیمت ۴ر ملنے کا پتہ: محمدی کتب خانہ کشمیری بازار لاہور

دستکاری

(از محترمہ خدیجہ بائی۔ بمبئی)

پھولوں کی ٹوکری

آج میں اپنی بہنوں کی خدمت میں ذیل کا خاکہ پیش کرتی ہوں۔ یہ خاکہ تہذیب کے صفحے کا انداز کر کے چھوٹے سائز پر بنایا گیا ہے۔ ورنہ اصل خاکہ اس سے بہت بڑا ہے +



اشیاء ضروری

۱۔ مخمل عمدہ سیاہ	نصف گز	ہلکا سبز	۸۴۸	گلابی	۸۹۱
۲۔ اینبرائیڈری ۔ روئی		سبز	۸۴۶	گلابی	۸۹۳
۳۔ چوکھٹا		گہرا سبز	۸۴۷	زرد	۶۵۷
۴۔ گل نور۔ ریشم کی گچھیاں		بہت گہرا سبز	۸۴۸		
سبز رنگ کی ۔		براؤن	۶۹۰		
براؤن	۳	گلابی	۳۸۷		
گلابی	۴	گلابی	۸۸۹		
پیلی	۱				



پہلے مخمل پر خاکہ بنا کر چوکھٹے پر تان لیں۔ پھر ریشمی لچھی کی درمیانی پیچ کھول کر دونوں جانب ج اور د کے پاس سے کتر دیں + اور وسط میں ایک



دھجی باندھ دیں۔ تاکہ ریشم اُلجھ نہ جایا کرے۔



نمبر۲

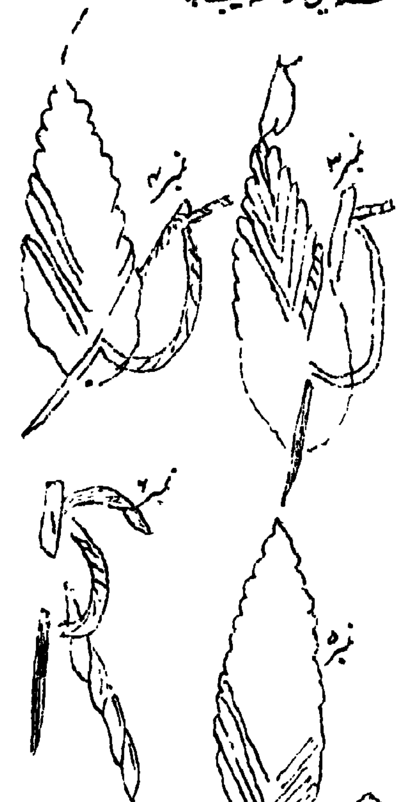
پھر سلائی کے وقت ایک لڑے (جو ۱۲ تاگوں سے
مل کر بنتی ہے۔) تین تلگے بدا کر کے سوئی میں
پرو دیں ؂

پہلے ہلکے سبز رنگ سے پتی کی ابتدا کریں۔
دیکھئے نقشہ نمبر۳ ـــــــ پتی کی نوک کے
دونوں طرف قدرے سی لیں۔ اور پھر نقشہ نمبر۴
کے مطابق دوسرا سبز رنگ پتی میں بھر دیں ؂
پھر گہرے سبز رنگ سے پتی کا آخری حصہ ختم
کر دیں۔ نقشہ نمبر۵ دیکھئے ؂

اب رہا بہت گہرا سبز رنگ۔ اس میں ایک
تار گہرا براون اور دو تار بہت گہرے سبز رنگ
کے باہم ملا کر پتی کے درمیان لکیریں اور ڈالیاں
بنا دیجئے۔ نقشہ نمبر۶ اور ۷ سے صاف نمایاں
ہے۔ کہ ڈالیوں کا ٹانکا کس طرح دیا جائے گا۔

یہ احتیاط ضروری ہے۔ کہ سلائی کے وقت
پتیوں اور پنکھڑیوں کے درمیان مخمل بالکل
نظر نہ آئے۔ اگر ٹانکا دور لگ جائے۔ تو اس
جگہ ایک اَور ٹانکا بھر دیجئے۔ نقشہ دیکھئے۔
جس میں مکمل پتی دکھائی گئی ہے ؂
پھول کی پنکھڑیوں کی ابتدا سب سے گہرے

(نوٹ) بمبئی میں مخمل حسب خواہش اُجرت پر چھاپ
دیتے ہیں۔ نیز دکانوں پر اشیاء بالا بھی دستیاب
ہوتی ہیں ؂
ترکیب نقشہ کشی تہذیب نسواں نمبر۳۔ ۶۔ ۱۰
سنہ ۲۷ء میں ملاحظہ کیجئے ؂





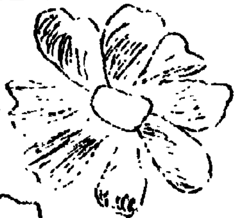
گلابی رنگ سے شروع ہو۔ نقشہ نمبر ۸ بغور ملاحظہ فرمائیے۔ کہ ہر پنکھڑی میں چند ٹانکے ہیں۔ نقشہ نمبر ۹ میں اس سے ہلکے رنگ کے اور چند ٹانکوں کا اضافہ ہے۔

نقشہ نمبر ۱۰ اور ہلکے رنگ کے چند اور مزید ٹانکے ہیں۔ باقی ماندہ جگہ جو نظر آرہی ہے۔ آخری گلابی رنگ سے بھردی گئی ہے۔ لیجئے اب پھول بھی تیار ہوگیا۔ البتہ یہ خیال ضرور رکھئے۔ کہ بڑے پھولوں میں گہرا رنگ زیادہ ہو۔ اور چھوٹے پھولوں میں کم۔ اس کے علاوہ بالائی پنکھڑیوں میں گہرا رنگ صرف برائے نام ہو اور نیچے کی جانب زیادہ گہرا ہو۔ رنگ آمیزی سے ایک قسم کی دلکشی نمودار ہوتی ہے۔ ورنہ صرف ایک ہی رنگ سے پھول بنائیں۔ تو کپڑے پر محض ایک دھبہ سا نظر آئے گا۔ اور قدرتی پھولوں کا سا دلآویز رنگ دکھائی نہ دے گا۔

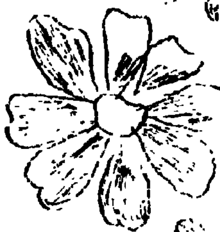
نمبر ۱۲ فرنچ ناٹ اسٹیچ ہے۔ پہلے دہنے ہاتھ میں سوئی پکڑ کر پھول کے درمیان سے نکلا ہوا زرد رنگ کا تاگا لیں۔ پھر بائیں ہاتھ میں سوئی لے کر پانچ یا چھ لپیٹ کے بعد اسی مقام پر سوئی نیچے کی جانب کھینچ لیں۔ متعدد ٹانکے اسی طرح لگائیے۔ پھول کی درمیانی جگہ بھر جائے گی۔

نقشہ ۱۳ کے مطابق موٹی لکیریں براؤن رنگ کی۔ اور آڑی ہلکے براؤن رنگ کی ہوں۔ اور ترچھی لکیریں تیسرے براؤن رنگ کی ہونی چاہئیں۔

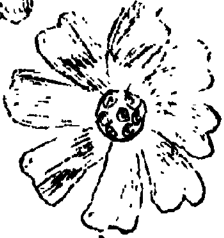
اب چوکھٹے پر سے نکال کر اطراف میں جھالر نمبر ۱۵ یا ٹرمینگ نمبر ۱۶ لگا کر روئی یا پر بھر دیں۔



نمبر ۹



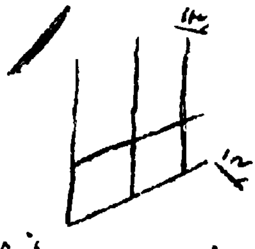
نمبر ۱۰



نمبر ۱۱



نمبر ۱۲



نمبر ۱۵ نمبر ۱۶



دسترخوان پر

(از محترمہ انیس فاطمہ خانم میرٹھ)

کیک

ساڑھے تین پاؤنڈ میدہ - ڈیڑھ چمچہ نمک -
ـب ہوا جا نُقل - ایک پاؤنڈ مکھن - ایک پاؤنڈ
ـکر - ۳ اونس خمیر - پاؤ بھر نرم گرم دودھ -
عدد انڈے - تین پاؤنڈ منقے - نصف پاؤنڈ
ینڈ ڈبیل ؛
میدہ نمک اور پسا ہوا جا نُقل ایک گرم
ئے ہوئے برتن میں رکھ دو - خمیر اور چمچہ بھر
ـ ملا دو - پھر دودھ اور انڈوں کو خوب پھینٹو
ان تک کہ پھول جائیں ۔ میدے کی چوٹی
کر بیچ میں ڈال دو - اور پھر گوندھ کر ایک گھنٹہ
ہر اٹھنے کو چھوڑ دو - اس کے بعد بقیہ شکر
ـدے پر چھڑک دو - منقے اور لینڈ ڈبیل
ی ڈال کر خوب میدے میں ملا دو - اور اس
ڈھک کر رکھ دو ۔ پھر اس کی بارہ لوئیاں
اؤ - تھوڑی خشکی چھڑکو - اور سانچوں میں
میں مکھن لگا ہوا ہے - رکھ دو - پھر ان
ایک گھنٹہ رہنے دو - اس کے بعد تنور میں
دو - تنور تیز ہونا چاہئے ۔ یہ کیک چند روز
بھی سکتے ہیں ؛

بارلی شکر

سیر بھر شکر - ایک پائنٹ پانی - اڑھائی چمچے عرق لیمو - ایک چٹکی کریم آف ٹارٹر لیمن اسینس زعفران حسب پسند ؛

شکر کو پانی میں گھول کر آگ پر رکھو جب چاشنی کا قوام دو تارہ ہو جائے - تو کریم آف ٹارٹر اور لیمن اسینس ملاؤ ۔ پھر ایک تختے پر گھی لگاؤ - اور چاشنی اس پر پھیلا دو - جب ٹھنڈی ہو جائے - تو اس کے لمبے لمبے ٹکڑے کاٹ لو - اور رسی کی طرح بٹ کر رکھ لو - بس مٹھائی تیار ہے ؛

امرود کا اسٹو

(از مسز اعجاز جھنجھانوی)

امرود عمدہ چار عدد - چینی ڈیڑھ پاؤ ۔ امرود چھیل کر جوش دیں - جب گل جائیں - اتار لیں ۔ چینی کا شیرہ تیار کریں - دودھ کا چھینٹا دے کر شیرہ کو صاف کریں - جب صاف ہو جائے - اور ذرا گاڑھا بھی ہو جائے - تو امرود ڈال کر جوش دیں - چار جوش آنے پر اتار لیں - کیوڑہ اور بالائی ملا کر نوش کریں ؛

محفل تہذیب

۱۰ اکتوبر کے تہذیب میں بھائی محمد عبداللہ صاحب نے پیٹھے کی مٹھائی بنانے کی ترکیب پوچھی ہے۔ ذیل میں ترکیب لکھتی ہوں۔ ان شاء اللہ بہت اچھی مٹھائی تیار ہوگی۔

عمدہ پیٹھے کو اس طرح چھیلیں۔ کہ سبزی بالکل باقی نہ رہے۔ پھر چاک کر کے اندر سے بیج وغیرہ خوب اچھی طرح صاف کر دیں۔ اس کے بعد حسب مرضی قتلے کر لیں۔ پھر ان کو کانٹے سے اچھی طرح گود لیا جائے۔ اس کے بعد چونے کے مقطر پانی میں بھگو دیں۔ دو گھنٹے کے بعد نکال کر صاف پانی میں جوش دے لیا جائے۔ قتلوں کو چٹکی سے دبا کر دیکھ لیں۔ بہت زیادہ نہ گلنے پائیں۔ اور نکال کر سفید کپڑے پر پھیلا دیں۔ تاکہ خشک ہو جائیں۔ دو سیر قتلوں میں ڈیڑھ سیر سفید شکر کا تار بند قوام ڈال کر پکا لیں۔ قتلے پانی چھوڑیں گے۔ اسے خشک ہونے دیں۔ اور کچھ ماشے کیوڑہ ڈال دیں۔

جب قوام گاڑھا ہو کر انگلی پر لپٹنے لگے۔ تو نیچے اتار کر جلدی جلدی کفگیر سے چلاتے رہیں۔ اب قوام خشک ہو کر قتلوں پر لپٹ جائے گا۔ قتلوں کو سینی میں پھیلا دیں۔ اور ٹھنڈا ہونے پر نوش فرمائیں۔ ہمشیرہ تمیز الحسن

۱۷ اکتوبر کے پرچے میں ایک بہن نے اونی کپڑے رکھنے کی ترکیب دریافت فرمائی ہے۔ اس کی سب سے اچھی ترکیب یہ ہے۔ کفنیائیل کی گولیاں یا لونگ اور سانپ کی کیچلی کپڑوں میں ڈال کر رکھیں۔ کبھی کپڑا خراب نہیں ہوگا۔

رشیدہ بیگم۔ کلکتہ

مجھے سادے مخملی فیتے کی ضرورت ہے جس پر موتیوں کی بیل بنتی ہے۔ اکثر چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر بہن خدیجہ بائی توجہ کریں۔ تو عنایت ہوگی۔ میرا پتہ یہ ہے۔

آنسہ امیر سلطان۔ بنت امجد علی نجیب آباد

میرے ایک عزیز کے ٹانسلس یعنی حلق کے غدود بڑھ گئے ہیں۔ جس سے بولنے اور کھانا کھانے میں دقت ہوتی ہے۔ براہ مہربانی کوئی بھائی یا بہن اس کا مجرب علاج لکھیں۔ ایک خریدار

تہذیبی بہنیں دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھا کریں۔ جو چٹ کے بائیں کونے پر چھپا ہوتا ہے۔

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

مادام لوکوف لیوا

سوویٹ روس کی وزارت خزانہ کا عہدہ ایک خاتون باربرا لوکوف لیوا کے سپرد ہے۔ غالباً وہ دنیا میں پہلی عورت ہے۔ جس کے سپرد ایسی اہم خدمت کی گئی ہے۔

جمہوریہ روس چھ جمہوری ریاستوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سوویٹ روس سب سے بڑی ہے۔ اور اس کا رقبہ روس کے مجموعی رقبے کے ۹۲ فی صدی ہے۔ مادام لوکوف لیوا اسی مرکزی جمہوریت کی وزیر خزانہ ہیں۔ روس کی اصطلاح میں انہیں نمایندہ مالیات کہا جاتا ہے۔ روسی حکومت کا مالی سال ۳۰ ستمبر کو ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے پچھلے دنوں مادام لوکوف لیوا سرکاری حساب کی جانچ پڑتال اور بجٹ کی ترتیب میں بے حد مصروف رہی ہیں۔

مادام لوکوف لیوا کی ساری زندگی نہایت ہنگامہ خیز رہی ہے۔ اور انہیں اپنی عمر کے ابتدائی عہد میں نہایت عجیب و غریب واقعات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ ان کی پیدائش روس کے تاریخی شہر ماسکو میں ہوئی تھی۔ ان کے والد ایک مطبع میں کام کرتے تھے۔ اور اشتراکی عقائد رکھتے تھے۔ ۱۸۹۹ء میں مادام لوکوف لیوا بھی اپنے والد بزرگوار کا ہاتھ بٹانے لگیں۔ اور اشتراکیوں کی جماعت میں شامل ہو گئیں۔

روس کے مزدوروں میں جب آزادی اور حق طلبی کا جذبہ پیدا ہوا۔ تو طباعت کا کام کرنے والے ان میں پیش پیش تھے۔ کیونکہ روس میں طباعت ایک معزز پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ اور جو لوگ یہ پیشہ اختیار کرتے تھے۔ انہیں معقول معاوضہ دیا جاتا تھا۔ اس لئے باربرا کے والد نے جو ایک خوش حال شخص تھا۔ اپنی لڑکی کی تعلیم پر بہت روپیہ صرف کیا۔ اور ابتدائی تعلیم کے بعد اسے ماسکو کی یونیورسٹی میں داخل کرا دیا۔

یونیورسٹی میں داخل ہوتے وقت باربرا کی عمر بہت کم تھی۔ لیکن اس نے تعلیم و تربیت پر بہت محنت کی۔ اور اپنی خداداد ذہانت کی بدولت سائنس میں بہت مہارت حاصل کر لی۔ لیکن زمانہ تعلیم میں بھی وہ برابر اشتراکی عقائد کی حامی تھی۔ اور ان کی خفیہ مجالس میں

حصہ لیتی رہتی تھی ٭

اس زمانے میں اشتراکی عقائد رکھنا نہایت خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ پولیس ہمیشہ اشتراکیوں کی تلاش میں رہتی تھی۔ اور جب کسی شخص کے متعلق معلوم ہو جاتا تھا۔ کہ اسے اشتراکیوں کے خیالات سے ذرہ بھر بھی ہمدردی ہے۔ تو اسے قید کر لیا جاتا ہے۔ اشتراکیوں کی خفیہ مجالس کا پتہ لگایا جاتا تھا۔ اور ان کے مرکزوں پر چھاپے مار کر سب کو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ پھر انہیں نہایت عبرتناک سزائیں دی جاتی تھیں۔ باربرا بھی پولیس کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہ سکی۔ چنانچہ اسے انقلابی سرگرمیوں کی پاداش میں تین مرتبہ گرفتار کر کے جلاوطن کیا گیا۔ دو مرتبہ تو روس کے دور دست علاقوں میں بھیجا گیا۔ اور تیسری مرتبہ سائبیریا بھیجا گیا ٭ باربرا کو سائبیریا میں جو تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ ان کا ذکر پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ٭

آخر ۱۹۱۷ء میں زار کی حکومت کے خلاف عام بغاوت پھیل گئی۔ اور ملکی جنگ چھڑ گئی ٭ ایک طرف جنگ عظیم پورے زور پر تھی دوسری جانب ملک کے اندر جنگ ہو رہی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ سامان خورد و نوش کی قلت تھی۔ اور سپاہیوں کے لئے رسد بہم پہنچانا دشوار ہو گیا تھا۔ مادام لوکوف لیوا نے سامان خورد و نوش کی بہم رسانی کا کام اپنے ذمے لیا۔ اور اس کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کیا۔ جب سائبیریا میں شاہ پسند فوجوں کو شکست ہوئی اور بولشویکوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو مادام لوکوف لیوا سائبیریا چلی گئی۔ بولشویکوں نے وہاں عارضی طور پر ایک انقلابی مجلس قایم کر رکھی تھی۔ مادام لوکوف لیوا اس مجلس کی رکن مقرر کی گئی۔ اور جب سوویٹ جمہوریت قایم ہوئی۔ اور یہ عارضی مجلس توڑ دی گئی۔ تو ماسکو چلی آئی ٭

یہاں اسے سوویٹ جمہوریت میں نائب وزیر تعلیم کا عہدہ دیا گیا۔ اور ۱۹۲۱ء میں وزیر خزانہ بنا دیا گیا۔ جو روسی حکومت کے بہت بڑے عہدوں میں سے ہے ٭

ولایت کی زنانہ پولیس

آج کل برطانیہ میں جو اقتصادی دشواریاں پیش آرہی ہیں۔ انہیں مدنظر رکھتے ہوئے حکومت نے اکثر محکموں میں تخفیف کا ارادہ کر لیا ہے۔ چنانچہ اس امر پر بھی غور ہو رہا ہے۔ کہ زنانہ پولیس توڑ دی جائے ٭

سنا گیا ہے۔ کہ زنانہ پولیس کی بھرتی فی الحال بند کر دی گئی ہے۔ ہوم آفس کے ایک اعلیٰ عہدہ دار کا بیان ہے۔ کہ زنانہ پولیس کا تقرر ملک

کے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے لیکن بحالت موجودہ سخت کفایت شعاری کی ضرورت ہے۔ اس لئے پولیس کے نئے کمشنر لارڈ ٹرنچارڈ جب کناڈا سے واپس آکر اپنے عہدہ کا چارج لیں گے۔ تو منسوخی کے مسئلہ پر غور کیا جائے گا۔

زنانہ پولیس کو قایم ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ لیکن اس کی ضرورت اور اہمیت متفقہ طور پر تسلیم کر لی گئی ہے۔ چنانچہ یورپ کے اکثر ملک اس بارے میں برطانیہ کی تقلید کر رہے ہیں۔ برازیل۔ جرمنی۔ مصر وغیرہ ممالک میں بھی زنانہ پولیس قایم ہو چکی ہے۔ اور دوسرے ممالک میں اس کے قیام کے مسئلے پر غور کیا جا رہا ہے۔

ہمہ داں خاتون

یورپ کی ایک خاتون مسز شالی بکنال ہمہ داں خاتون کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ روس کے ایک شریف گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان کے شوہر لفٹننٹ کمانڈر جارج بکنال برطانیہ کی بحری فوج میں ملازم ہیں۔

مسز بکنال کا مطالعہ بیحد وسیع ہے۔ علم و فن کے ہر شعبہ کے متعلق انہیں ضروری معلومات حاصل ہے۔ اور ان کی زندگی کا ہر لمحہ معلومات بڑھانے میں صرف ہوتا ہے۔ وہ بڑی آسانی سے بتا سکتی ہیں۔ کہ آج سے ایک ہزار سال قبل فلاں ملک میں کس قسم کے مکان تعمیر کئے جاتے تھے۔ لوگوں کی معاشرت کیسی تھی۔ وہ کیا لباس پہنتے تھے۔ اور ان کی خوراک کیا تھی۔ وہ دنیا کی ہر قوم کے عادات وخصائل اور طریق بود و ماند سے واقف ہیں۔ اور مختلف زمانوں میں جتنی معاشری اور سیاسی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ان کی تدریجی تاریخ کے حالات جانتی ہیں۔

مسز بکنال نے اپنی زندگی کا اچھا خاصا وقت معلومات فراہم کرنے میں صرف کیا ہے۔ پرانے کتبوں اور نوشتوں سے دنیا کی قدیم اقوام کے متعلق جس قدر معلومات حاصل ہو سکی ہیں۔ وہ ان کے دائرہ علم سے باہر نہیں۔ انہیں بعض ایسی اقوام کے حالات بھی معلوم ہیں۔ جو بالکل تباہ ہو چکی ہیں۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ ان کے حالات فراہم کرنا جانفشانی اور دیدہ ریزی کا کام ہے۔

امریکہ کی ایک فلم کمپنی مسز بکنال کی معلومات سے بہت فائدہ اٹھا رہی ہے۔ جب پرانے زمانے کے متعلق کوئی فلم تیار کیا جاتا ہے۔ تو کمپنی والوں کی کوشش ہوتی ہے۔ کہ اس زمانے کی صحیح معاشرت کا نقشہ پیش کر دیا جائے۔ اس غرض کے لئے مسز بکنال سے رجوع

کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس عہد کے طریق زندگی۔ لباس۔ آداب ملاقات اور شادی بیاہ کے رسوم کے متعلق نہایت صحیح اور مفصل اطلاعات فراہم کر دیتی ہیں ؀

روسی فرمانرواؤں کے کھلونے

پچھلے دنوں بعض اخبارات کے نمائندوں نے فرمانروایان روس کے چند نادر روزگار کھلونے دیکھے جن سے زار اور زارینہ اور شاہزادے اور شاہزادیاں جی بہلاتے تھے۔ ان میں سے ایک سونے کی ریل گاڑی ہے۔ جس کا طول اٹھارہ انچ ہے۔ اس گاڑی کا انجن پلاٹینم کا بنا ہوا ہے۔ اور یہ ہو بہو امپیریل ٹرین جیسی ہے۔ جو سائبیریا میں چلتی تھی۔ یہ کھلونا جسے زار نکولس ثانی نے بنوایا تھا۔ صناعی کا بہت اچھا نمونہ ہے۔ امپیریل ٹرین میں جتنی چیزیں تھیں۔ ان سب کی نقل اس میں اتاری گئی ہے۔ اس کے اندر فرنیچر بھی ہے۔ غسل خانے اور رسٹوران بھی ہیں۔ اور ایک چھوٹا سا گرجا گھر بھی بنا ہوا ہے۔ جب اسے سونے کی چابی لگا کر میز پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تو یہ تیزی سے دوڑنے لگتی ہے ؀

ایک اور چھوٹی سی شاہی گھوڑا گاڑی بھی ہے۔ جس کے پہئیے گھومتے ہیں۔ اس کے اندر لیمپ کے بجائے ایک ہیرا جگمگاتا ہے۔ جس کا وزن میں قراط ہے۔ اس کے علاوہ سیپ کے ایک چھوٹی سی حوض میں نارنگی کا ایک پیڑ بھی ہے۔ جو بہت دلکش معلوم ہوتا ہے جب بٹن دبایا جاتا ہے۔ تو اس کی سنہری شاخ پر ایک بلبل گیت گاتی نظر آتی ہے ؀

لیکن سب سے زیادہ قیمتی کھلونا زار نکولس اوّل کی یادگار ہے۔ یہ ایک زردوزی کا کنگن ہے جس میں ایک چھوٹا سا آئینہ لگا ہوا ہے۔ یہ آئینہ ہیرے کی تختی کا بنا ہوا ہے۔ ڈیڑھ انچ لمبا اور ایک انچ چوڑا ؀

مسز فلورنس وب

مسز فلورنس وب سوتھ ورک کی ایک تعلیم یافتہ اور روشن خیال خاتون ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی ابنائے نوع کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ وہ تقریباً دس مجالس کی رکن ہیں۔ اور روزانہ انہیں کم از کم تین انجمنوں کے اجلاس میں شریک ہونا پڑتا ہے۔ وہ سوتھ ورک کی میونسپلٹی میں الڈرمین کے عہدہ پر فائز ہیں۔ اور بچوں کی صحت کے مسئلہ میں بے حد دلچسپی لیتی ہیں۔ مسز وب نے اپنی نیک نفسی کی بدولت بہت عزت حاصل کر لی ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں جب وہ پیرس تشریف لے گئیں۔ تو ٹون ہال کے دروازے پر سپاہیوں نے سلامی اتاری ؀

خبریں اور نوٹ

معلوم ہوا ہے۔ کہ ڈنمارک کا ایک اخبار نویس جو عربوں میں علی احمد کے نام سے مشہور تھا۔ مکہ معظمہ کی جانب جا رہا تھا۔ راستے میں وہ وہابی قبائل کے ہاتھ پڑ گیا جنہوں نے اُسے جاسوس سمجھ کر گولی مار دی ٭

فلسطین کی ایک اطلاع سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بولشویک یہودیوں کو فلسطین سے ہجرت کر کے روسی علاقے میں آباد ہونے کی ترغیب دے رہے ہیں ٭

فلسطین کے مفتی اعظم نے ان خبروں کی تردید کر دی ہے۔ جو سلطان عبدالمجید کو خلیفہ بنانے کے متعلق مشہور ہو رہی ہیں ٭

ترکی میں عنقریب بلقانی ریاستوں کی ایک کانفرنس منعقد ہونے والی ہے جس کا مقصد یہ ہوگا۔ کہ بلقان کی ریاستیں متحد ہو جائیں ٭

قبرص کی بغاوت ختم ہو چکی ہے۔ لیکن وہاں برطانی حکومت کے خلاف ابھی مظاہرے ہو رہے ہیں ٭

یہ خبر مشہور ہو رہی ہے۔ کہ منچوریا کی سرحد پر روس اپنی فوجیں جمع کر رہا ہے ٭

چین نے خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ سمجھوتے کی گفتگو کرنے سے پہلے جاپان اپنی فوجیں واپس بلالے ٭

فرانس میں دریائے ڈابک کا پانی روکنے کے لئے ۱۰۰ فٹ بلند بند باندھا جا رہا ہے۔ جو دنیا کا سب سے بڑا بند ہوگا ٭

برطانی پارلیمنٹ کا انتخاب ختم ہو گیا۔ اور قومی حکومت کا اعلان کر دیا گیا۔ معلوم ہوا ہے کہ اب کے قدامت پسندوں کی تعداد ۴۷۵ ہے اور مزدوروں کے نمایندے صرف ۴۸ ہیں ٭ نیشنل لیبر ۱۳ ہیں۔ اور لبرل ۶۸۔ اس طرح مزدور پارٹی کو ایسی شکست ہوئی ہے۔ کہ پارلیمنٹ میں اس کا وجود و عدم وجود برابر ہو گیا ہے ٭

فیڈریشن سب کمیٹی میں جو بحثیں ہوتی رہی ہیں۔ ان کے متعلق لارڈ سینکے کی طویل رپورٹ شائع ہو گئی ہے ٭

وزیر ہند نے صاف صاف کہدیا ہے۔ کہ ہم مرکز میں ذمہ داری نہیں دے سکتے۔ کانگریس سے جو ہو سکتا ہے۔ کرلے ٭

گول میز کانفرنس کے نمایندے صاف کہہ رہے ہیں۔ کہ کانفرنس جلد ٹوٹ جائے گی۔ اور حکومت برطانیہ کو آخری فیصلہ خود کرنا پڑے گا ٭

فیڈریشن کمیٹی میں سینکے رپورٹ پر بحث کی گئی۔ ہندوستانی نمایندوں نے عام طور پر اسے ناپسند کیا ہے ٭

معلوم ہوا ہے۔ کہ کانفرنس کے مسلمان نمایندے

اپنی توجہ صوبۂ سرحد اور سندھ کے مسائل کی جانب مبذول کر رہے ہیں ۰

والائت کے بعض اخبارات خیال ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ مسٹر بالڈون وزیر خزانہ مقرر کئے جائینگے ۰ یہ بھی خیال ہے۔ کہ سر جان سائمن بھی وزارت میں شامل کئے جائیں گے ۰

وزیر اعظم برطانیہ نے وائسرائے کے نام تار بھیجا ہے۔ کہ ہندوستان کے متعلق حکمت عملی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی ۰

قصر بکنگھم میں گول میز کانفرنس کے نمایندوں کو دعوت دی گئی ہے۔ گاندھی جی اسی حسب دستور لنگوٹی پہنے شریک ہوں گے ۰

حیدرآباد سندھ کی میونسپلٹی میں یہ سوال پیش ہوا۔ کہ آیا کمیٹی گائے ذبح کرنے کو روک سکتی ہے۔ اس پر مسلمان ارکان واک آؤٹ کر گئے ۰

اسمبلی کے ایک خاص اجلاس میں یہ تجویز پیش کی گئی۔ کہ لفافے کی قیمت چھ پیسے کی بجائے پانچ پیسے کر دی جائے ۰

حکومت کشمیر نے ابھی تک مسلمانوں کے لئے صرف تین مطالبات منظور کئے ہیں یعنی بعض شرطوں پر پتھر مسجد کو ان کے حوالے کر دیا ہے۔ بکریوں کا محصول کم کر دیا ہے۔ اور چند ملازموں کو جو گزشتہ ایجی ٹیشن کے دوران میں برطرف کئے گئے تھے۔ بحال کر دیا ہے ۰

مولانا مظہر علی اظہر جو سول نافرمانی کرنے کے ارادے سے جموں کشمیر کی حدود میں داخل ہوئے تھے۔ گرفتار کر لئے گئے ۰

مجلس احرار اسلام نے مختلف اطراف سے کشمیر میں جتھے بھیجنے شروع کر دئے ہیں بعض جتھے جہلم سے میرپور جا رہے ہیں۔ بعض راولپنڈی سے کوہالہ اور بعض سیالکوٹ سے جموں میں داخل ہو رہے ہیں۔ حکومت کشمیر جابجا جتھوں کو گرفتار کر رہی ہے۔ چنانچہ اس وقت تک تقریباً تین ہزار رضاکار گرفتار ہو چکے ہیں ۰

جہلم سے احرار کا ایک جتھہ میرپور پہنچا تھا۔ اس پر سخت تشدد کیا گیا۔ چنانچہ ایک رضاکار الٰہی بخش نام پولیس کی زد و کوب سے شہید ہو گیا ۰

احرار کے ایک اور جتھے پر جموں کے قریب ہندو دیہاتیوں نے حملہ کر دیا۔ جس سے تین احرار شہید ہوئے۔ اور ساٹھ مجروح ۰

جموں کے باشندوں نے حکومت کشمیر کو چیلنج دیا ہے۔ کہ مولانا مظہر علی اظہر کو رہا کر دیا جائے اور مسلمانوں کے مطالبات فوراً پورے کر دیئے جائیں۔ لیکن حکومت نے کوئی توجہ نہ کی۔ مسلمانوں نے سول نافرمانی شروع کر دی۔ چنانچہ ان کے ڈکٹیٹر مسٹر ساغر کو گرفتار کر لیا گیا ۰

جموں سے اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ کہ وہاں تمام ہندو اور سکھ مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور مسلمانوں کے کیمپ پر ہلا بول دیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ سیکڑوں مسلمان شہید اور مجروح ہوئے ہیں۔ لیکن اس وقت تک صرف ۲۳ لاشیں دستیاب ہوسکی ہیں۔

سنا گیا ہے۔ کہ جب جموں کے واقعات کی اطلاع سیالکوٹ پہنچی۔ تو تمام لوگ جتھے بنا بنا کر جموں کی طرف چل پڑے۔ چنانچہ ۸۸۰ رضاکاروں کا پہلا جتھہ روانہ ہوگیا ہے۔

سندھ کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ نے لکھا ہے۔ کہ اگر سندھ کو علیحدہ کیا گیا۔ تو اسے ایک کروڑ ساڑھے دس لاکھ روپیہ سالانہ خسارہ ہوگا۔

الٰہی بخش رضاکار کی نعش لاہور لائی گئی۔ تقریباً پچاس ہزار آدمی جنازے میں شریک تھے۔ جنازہ پڑھنے کے بعد نعش چنیوٹ روانہ کردی گئی۔

بنگال میں جابجا گرفتاریاں اور خانہ تلاشیاں ہورہی ہیں۔ راج شاہی۔ پابنہ۔ فرید پور کلکتہ اور چٹاگانگ میں کئی کانگریسی کارکن گرفتار کئے جاچکے ہیں۔

مشہور جرمن فاضل ڈاکٹر جرمانوس نے جو ڈاکٹر ٹیگور کے مدرسہ شانتی نیکتن میں پروفیسر ہیں۔ اسلام قبول کرلیا ہے۔

پنجاب اسٹوڈنٹس کانفرنس کا چوتھا اجلاس ۳۱۔ اکتوبر کو مس کملا دیوی چٹوپادھیائے کی صدارت میں منعقد ہوا۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ احرار کے کوہاٹ والے جتھے کو بہت زدوکوب کیا گیا ہے جس سے کئی رضاکار زخمی ہوئے۔ ایک رضاکار قریب الموت ہے۔

آقائے مؤید الاسلام مرحوم مدیر حبل المتین کی نعش ایران بھیجی جارہی ہے۔ نعش عنقریب دہلی اور لاہور سے گزر کر کراچی پہنچے گی۔

لاہور میونسپلٹی کے مسلمان ارکان نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ میونسپلٹی کی صدارت کے لئے میاں عبدالعزیز صاحب کی حمایت کی جائے۔

سردار پٹیل نے گاندھی جی کو تار دیا ہے۔ کہ جلد ہندوستان واپس آجائیں۔

حضور وائسرائے نے ایک آرڈیننس نافذ کردیا ہے جس کے رو سے بنگال کے قانون ضابطہ فوجداری کو وسیع کردیا ہے یعنی اگر کسی شخص کے متعلق باور کرنے کی معقول وجوہ ہوں۔ کہ وہ کسی تشدد پسند جماعت کا رکن ہے۔ تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت کشمیر نے حکومت ہند سے اعانت طلب کی ہے۔ اور جتھوں کو روکنے

کے لئے گورہ فوجیں کشمیر میں داخل ہو رہی ہیں۔

ایک اطلاع سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور وائسرائے نے ایک آرڈیننس نافذ کیا ہے۔ جس کے رو سے حکومت پنجاب کو جتھوں کے روکنے کا اختیار دیا جائے گا۔

حکومت کشمیر نے اعلان کیا ہے۔ کہ جموں کے ہنگامے میں فوج اور پولیس نے حصہ نہیں لیا۔ بلکہ وہ محض فرقہ وارانہ فساد تھا۔

ہز ہائنس میر سر محمود خاں والی قلات نے ۳ نومبر کو وفات پائی۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ کشمیر کے تحقیقاتی کمیشن کا کام اسی ہفتے شروع ہو جائے گا۔

برطانی پارلیمنٹ کے انتخابات ختم ہو چکے ہیں۔ اور قومی حکومت کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ کہ ایک مزدور پارٹی کو جس نے گزشتہ انتخابات میں اکثریت حاصل کر لی تھی۔ سخت شکست ہوئی ہے۔ اور پارلیمنٹ میں اس کے وقار کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ برطانیہ کے تمام باشندے سیاسی مسائل سے کس قدر باخبر ہیں۔ انہوں نے جب دیکھا۔ کہ پارلیمنٹ میں مزدور پارٹی کی اکثریت ملکی مقاصد کے لئے مضرت رساں ثابت ہوگی۔ تو سب متحد ہو گئے۔ اور مسٹر ہنڈرسن اور مسٹر ویجوڈ بن جیسے با اثر شخص بھی انتخاب میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

پچھلی دفعہ مزدور پارٹی بھی عورتوں کے ووٹ کی وجہ سے کامیاب ہوئی تھی۔ اور اب کے قدامت پسندوں کی غیر معمولی کامیابی میں بھی عورتوں کا بہت حصہ ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ برطانیہ کی عورتیں سیاسی مسائل پر پورا پورا عبور رکھتی ہیں۔ اور وقت کی اہمیت اور ضرورت کو پوری طرح سمجھتی ہیں۔

گول میز کانفرنس کے متعلق جو تازہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کانفرنس کے مسلمان نمائندوں میں کامل اتحا[د] ہے۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ اگر فرقہ دار مسئلے کے فیصلے کا اعلان نہ کر دیا گیا۔ تو وہ فیڈریشن کمیٹی کا مقاطعہ کر دیں گے۔ ا[س] سلسلے میں یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ آئندہ ہفتہ کے شروع میں فرقہ دار مسائل پر بحث شروع کر دی جائے گی۔

ایڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام بابو مولا داد قریشی پرنٹر چھپا۔ اور سید رحمت علی مالک و منیجر نے دفتر

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس صاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر وڈپٹی مجسٹریٹ کوئٹہ باختیارات ڈسٹرکٹ جج

جسونت سنگھ ولد ساولن مل اروڑہ ساکن کوئٹہ۔ سائل

بنام۔ لالہ رام چند ساکن وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ۔ لالہ تولا رام بزاز ساکن امرتسر کرمو ڈیوڑھی

قرضخواہان درخواست قرار دیئے جانے دیوالیہ

بمقدمہ صدر قرضخواہان دیدہ دانستہ تعمیل نوٹس سے گریز کرتے ہیں۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ اگر قرضخواہان مذکور بتاریخ ۷ دسمبر ۱۹۳۱ء حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوں گے۔ تو کارروائی مقدمہ یکطرفہ عمل میں لائی جائیگی۔

آج بتاریخ ۲۳- اکتوبر ۱۹۳۱ء بدستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم مہر عدالت

اشتہار زیر ارڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت مسٹر ریاض قریشی بی اے۔ ایل ایل بی۔ ایف آر اے ایس بی سی ایس صاحب سب جج بہادر صدر جالندھر

حاکم سنگھ ولد وزیر سنگھ ذات راجپوت ساکن ڈاری کلاں پرگنہ جالندھر۔ بنام پورن سنگھ ولد حاکم سنگھ ذات راجپوت۔ گوربخش سنگھ ولد حاکم سنگھ ذات راجپوت ساکن ڈاری خورد پرگنہ جالندھر

دعویٰ -/۵۵ روپیہ بروئے تمسک

بمقدمہ مندرجہ مندرجہ بالا میں مسمی مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں۔ اور روپوش ہیں۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام مدعا علیہم مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر وہ بتاریخ 31-11-5 ملتوی 8-12-31 بمقام جالندھر حاضر عدالت میں نہیں ہوں گے۔ تو ان کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آئے گی۔ تحریر تاریخ ۲۷- اکتوبر ۱۹۳۱ء

دستخط حاکم مہر عدالت

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت مسٹر ریاض قریشی بی اے ایل ایل بی - ایف آر اے ایس - بی سی ایس صاحب جج بہادر صدر جالندھر

ٹھاکر سنگھ - البشر سنگھ پسران اندر کھیاں ولد کاہنا ذات جٹ ساکن ہردو پھرالہ تحصیل جالندھر بنام بالو ولد بھگوانا - نتھا سنگھ ولد بسنتا - بھگت سنگھ ولد اندر جٹ ساکن ہردو پھرالہ - بیتا ولد دریاما ذات جٹ ساکن ہردو پھرالہ حال کوٹ کلاں - سورینی بیوہ اندر - ہیرا واترا پسران دیوان ذات جٹ ساکن ہردو پھرالہ تحصیل جالندھر -

دعویٰ استقرار حق اراضی

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسیان مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے - اور روپوش ہیں - اس لئے اشتہار ہذا بنام مدعا علیہم مذکور جاری کیا جاتا ہے - کہ اگر مدعا علیہم مذکور بتاریخ ~~۱۷-۱۱-۱۹۳۱ء~~ 3-1-31 کو بمقام جالندھر حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوں - تو ان کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آئے گی ۔

آج بتاریخ ۲۷ - اکتوبر ۱۹۳۱ء بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا ۔

دستخط حاکم　　　　　　مہر عدالت

الحمرا کے افسانے

الحمرا کی عمارت ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہوں کے زمانہ اقبال کی مشہور یادگار ہے ۔ امریکہ کے مشہور مصنف واشنگٹن ارونگ نے جب ہسپانیہ کی سیاحت کے دوران میں مسلمانوں کی عظمت کے ان مٹے ہوئے نقوش کو دیکھا - تو وہ بے حد متاثر ہوا - اور اس کے قلم سے یہ رنگین افسانے نکلے - جو رہتی دنیا تک قایم رہیں گے ۔

مسٹر غلام عباس نے ان میں سے چند کا ترجمہ نہایت دلاویز پیرائے میں کیا ۔ اس کتاب میں آٹھ رنگین تصویریں ہیں - سرورق بھی رنگین ہے - قیمت ۱۲ ۔ ملنے کا پتہ :- دفتر تہذیب نسواں لاہور

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

اجلاس جناب خان صاحب عبدالرحمن خان بی اے۔ ایل ایل بی سب جج درجہ پنجم کوہاٹ

لالہ شنکر داس ولد گنیش داس اروڑہ ساکن کوہاٹ مدعی

بنام۔ شنکر داس۔ دیو یدتہ پسران سوامیداس قوم اروڑہ سکنائے نیگو حال مدعا علیہ دکان دار سولجر بازار متصل ٹاٹا کمپنی کراچی مدعا علیہم

دعوے دلایانے مبلغ -/66

اس مقدمہ میں چند دفعہ سمنات برائے اطلاع یابی مدعا علیہم مندرجہ بالا جاری کئے گئے ہیں مگر مدعا علیہم مذکوران تعمیل سمن سے گریز کرتے ہیں۔ اس واسطے بموجب آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی اشتہار جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر وہ بتاریخ ۱۲ نومبر ۱۹۳۱ء عدالت ہذا میں حاضر ہو کر پیروی مقدمہ نہ کریں گے۔ تو ان کے خلاف کارروائی یک طرفہ عمل میں لائی جائیگی۔

آج بتاریخ ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء بدستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم   مہر عدالت

